قرآنی پند نامہ

حفیظ الرحمان واصف

قرآنی پند نامہ

چند نصیحت آمیز آیات کا گلدستہ

حفیظ الرحمان واصف

نام کتاب	قرآنی پندنامہ
موضوع کتاب	اخلاق و آداب
نام مؤلف	حفیظ الرحمان واصف
ایڈیشن	طبع اول
تعداد طباعت	ایک ہزار
نام مطبع	نعمانی پریس دہلی
ناشر	محمد قاسم ابن المصنف
سال طبع	۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء
تعداد صفحات	۹۶
قیمت کتاب	چار روپئے

ملنے کا پتہ

کتب خانہ انجمن ترقی اردو — قریب جامع مسجد

دہلی

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

نحمد اللہ العلی القدوس العظیم ونصلی
علی رسولہ الامی الکریم۔

عرض کرتا ہے بندۂ عاجز وناتوان حفیظ الرحمان کہ یہ چند آیات ہیں جن کا تعلق معاشرت اور اخلاق وآداب سے ہے۔ جو دوران تلاوت میں قلم بند کرلی تھیں۔ مقصد ان کے جمع وترتیب سے محض نیت ثواب ہے۔ ورنہ اس موضوع پہ بیت سے اکابر علما کی تالیفیں موجود ہیں۔ ترجمہ اور توضیح مطالب میں بنظر اختصار صرف مندرجۂ ذیل ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے:۔

ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ۔ ترجمہ شاہ عبد القادر۔ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ تفسیر مظہری عربی قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ علاوہ از یں سیرۃ النبی جلد ششم اور الحقوق والفرائض کا بھی سرسری مطالعہ کیا گیا۔ مذکورہ ماخذ کے علاوہ جن کتب سے استفادہ کیا گیا ان کا حوالہ دیدیا

گیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

بعض آیات کے ضمن میں احادیث بھی درج کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ قرآن کی سب سے بہتر تفسیر رسول امی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

ناظرین سے استدعا ہے کہ اس بندۂ عاصی کو بھی دعاؤں میں یاد فرما لیا کریں۔ ممکن ہے کہ کسی نیک بندے کے ایک ہی دعائیہ کلمے میں اس گناہ گار کی نجات مضمر ہو۔ رضوان من اللہ اکبر۔

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ
ہے یوں کہ مجھے دُردِ تہ جام بہت ہے

احقر حفیظ الرحمان واصف عفا اللہ عنہ

ابن حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ

مورخہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ ۸ اگست ۱۹۸۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

(۱)

قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ہ پ بقرہ ع ۴

(ترجمہ) فرشتوں نے کہا اے معبود! تو پاک ہے ہر عیب سے ہمیں کوئی علم نہیں سوائے اُس کے جو تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو بڑا علم والا حکمت والا ہے۔ یعنی حقیقی اور لازوال علم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے باقی سب کا علم ناقص اور فانی ہے۔ وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق جس کو جتنا علم دینا چاہتا ہے، دیتا ہے۔ کسی کو کم کسی کو کچھ زیادہ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا۔ فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عقلمندی کی بات مسلمان کی کھوئی ہوئی پونجی ہے۔ جہاں بھی پائے وہ اس کو حاصل کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لقمان قال لابنہ یابنی علیک بمجالسۃ العلماء واستمع کلام الحکماء فان اللہ یحیی القلب المیت بنور الحکمۃ کما یحیی الارض المیتۃ بوابل المطر۔ اور فرمایا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے میرے بیٹے علما کی صحبت میں بیٹھا کرو اور دانشوروں کی بات سنا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ علم و

حکمت کی روشنی سے مردہ دل کو زندگی بخشتا ہے جس طرح بارش سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔

وقال صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم۔ اور فرمایا علم کا حاصل کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ (جمع الفوائد)

(۲)

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ پ بقرہ ع۵۔

(ترجمہ) عجیب بات ہے کہ لوگوں کو نیک کام کی فہمائش کرتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے۔ حالانکہ اللہ کا کلام پڑھتے ہو۔ کیا بالکل بے عقل ہو؟ یعنی اگر ذرا بھی عقل ہوتی تو پہلے نیکی خود کرتے پھر دوسروں سے کہتے۔

(۳)

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ا پ بقرہ ع ۵

(ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے۔ یعنی تکالیف جھیلنے کی ہمت پیدا کرو۔ چال چلن درست رکھو۔ اور پروردگار کی عبادت کرو تو کامیاب اور سربلند ہو گے اور تمھارے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر دو طرح کا ہے، ایک تو مصیبت کو برداشت کرنا (یعنی تسلیم و رضا) دوسرے اپنے آپ کو لذات دنیوی

اور ناجائز چیزوں سے روکنا۔ حبس النفس عن اللذات (یعنی نفس کشی، تقویٰ اور قناعت)

مولانا شبلی نعمانی نے ایک واقعہ اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ مولانا موصوف کے ایک انگریز استاد مسٹر آرنلڈ جو علی گڑھ میں فلاسفی کے استاد تھے اور ان سے مولانا نے فرنچ زبان پڑھی تھی، مولانا کے ساتھ بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ عدن سے آگے بڑھ کر جہاز کو حادثہ پیش آگیا۔ کپتان اور جہاز کا عملہ اور مسافر بدحواس اور مضطرب ہو گئے۔ پروفیسر صاحب اپنے کمرے میں باطمینان بیٹھے ہوئے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ مولانا گھبرائے ہوئے ان کے پاس گئے، اور کہا آپ کو کچھ خبر ہے؟ انہوں نے چونک کر کہا ہاں انجن ٹوٹ گیا ہے۔ مولانا نے پھر کہا خطرے میں ہے جہاز اور آپ کو کوئی اضطراب نہیں؟ پروفیسر صاحب نے کہا اگر جہاز کو برباد ہی ہونا ہے تو پھر میں اتنا تھوڑا سا وقت کیوں ضائع کروں؟ یہ کہہ کر پھر مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ ہے وہ مستقل مزاجی اور صبر و تحمل جس کی تعلیم تیرہ سو برس پہلے قرآن نے دی ہے۔ اسی کا نمونہ پروفیسر صاحب نے پیش کیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دوسرا جزو آیت میں صلوٰۃ ہے اور پروفیسر صاحب موصوف کے ہاں کتاب کا مطالعہ۔

(۴)

وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ پ بقرہ ع ۹

(ترجمہ) اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔ یعنی یہ خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ اور ہر شخص کے حرکات و سکنات سے پورا با خبر ہے۔

(۵)

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ پ بقرہ ع ۱۳

(ترجمہ) اور جو کچھ نیکیاں اپنے لئے آگے بھیجو گے ان کو اللہ کے پاس پالو گے۔ بیشک اللہ تمہارے کاموں کی دیکھ بھال رکھتا ہے۔ یعنی تمہاری کوئی نیکی گم نہیں ہوگی۔

(۶)

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ پ بقرہ ع ۱۶

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے تو بجز اسلام کے اور کسی حالت پر تم جان نہ دینا۔ یعنی مرتے دم تک اسلام پر قائم رہنا۔

(۷)

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ج لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ج وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ پ بقرہ ع ۱۶

(ترجمہ) وہ (نیک کرداروں کی) ایک جماعت تھی جو جا چکی۔ اس

کے لئے اس کا کمایا ہوا اور تمہارے لئے ہے تمہارا کمایا ہوا۔ اور ان لوگوں کے اعمال کی تم سے پوچھ گچھ نہیں ہوگی، یعنی تمہیں تو تمہارے اعمال کی جزا سزا ملے گی۔ تمہارے اسلاف اور باپ دادا کی نیکیاں اور خوبیاں تمہارے کام نہ آئیں گی۔ باپ دادا کی عظمت پر فخر نہ کرو۔ اپنا بلند کردار اور نیک عمل پیش کرو۔

چند روزہ دولت و حشمت پہ اتراتا ہے کیا
پیش کر غافل اگر کوئی عمل دفتر میں ہے

(۸)

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ پ۲ بقرہ ع ۱۸۔

(ترجمہ) پس تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو۔ اور احسان مانو میرا اور ناشکری نہ کرو۔ واضح ہو کہ زبان سے شکر ادا کرنا یا احسان ماننا کافی نہیں۔ شکر ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اگر مال دیا ہے وہ اس کے بندوں پر بھی خرچ کرو لیکن جائز طریقے سے۔ اگر علم دیا ہے تو دوسروں کو بھی سکھاؤ۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عز وجل انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی۔ فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہ و

ان تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا وان تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا وان اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان رکھتا ہے ویسا ہی میں اس کے ساتھ پیش آتا ہوں۔ جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں، پس اگر وہ مجھ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھکو محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر محفل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف کولی کے برابر بڑھتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف لپک کر آتا ہوں۔ (خازن)

نوٹ - بیچ کی انگلی کے سرے سے کہنی تک ایک ہاتھ کہلاتا ہے یہ تقریباً نصف میٹر ہوتا ہے۔ اس کو عربی میں ذراع کہتے ہیں۔ شرعی مسائل میں یہی گز مراد ہوتا ہے۔ اور کولی سے پورے ہاتھ کی لمبائی مراد ہے۔ اس کو عربی میں باع کہتے ہیں۔

(۹)

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ

تَعْلَمُوْنَ ○ پ۲ بقرہ ع ۲۳۔

(ترجمہ) اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ جان بوجھ کر لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جانے کے لئے اموال کو حکام تک پہونچاؤ۔ یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو حاکموں کو یا اپنا مال حکام کو بطور رشوت نہ دو کہ حکام کو رفیق بنا کر دوسروں کا مال کھاؤ یا نقصان پہونچاؤ۔

ناحق اور ناجائز طریقے سے رقم لینے اور کھانے کو قرآن نے اکل مال بالباطل سے تعبیر کیا ہے، اس کی بہت سی قسمیں ہیں، مثلاً اکل مال بالباطل میں سے ہے۔ بھرپور تنخواہ یا اجرت لینا اور اپنے فرض منصبی یا کار مفوضہ کو پورے طور پر انجام نہ دینا۔ قرض لے کر ادا نہ کرنا۔ کوئی چیز عاریۃً استعمال کے لئے لینا اور واپس نہ کرنا، رشوت لینا۔ اور بگڑی اور بگڑی جو آج کل سڑکوں اور پٹریوں پر پانی کی طرح بہہ رہی ہے وغیرہ یہ سب ناجائز کمائیاں ہیں۔

اس آیت میں نصیحت ہے ان ٹیچروں اور اساتذہ کے لئے بھی جو قوم کے بچوں کی عمریں ضائع کر رہے ہیں۔ یا تو اپنے اوقات کار میں بیٹھ کر مشورے کرتے اور اسکیمیں بناتے ہیں یا ان کی توجہ حلقۂ احباب کو وسیع کرنے اور سیر و سیاحت سے لطف اندوز ہونے کی طرف منعطف ہو جاتی ہے۔ اور اپنے فرض منصبی میں جس کی بھرپور تنخواہ مل رہی ہے کوتاہی کر رہے ہیں۔

انھیں میں سے بعض لوگ تبلیغی جماعت سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور اس وابستگی کو غلط طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ذمہ داران جماعت میں سے کسی نے یہ حکم نہیں دیا کہ اپنے فرائض منصبی کو چھوڑ دو اور تبلیغ میں لگ جاؤ۔ بیشک تبلیغ مسلمانوں پر فرض ہے۔ لیکن اس کی کوئی خاص شکل اور معین طریقہ کار فرض نہیں ہے۔ اپنے فرض منصبی اور دیگر حقوق العباد سے قصداً غفلت برتنا اور تطوع میں لگ جانا یقیناً اکل مال بالباطل میں داخل ہے۔

ایک طرف قوم کے بچے ہیں جو اپنے ہی بچے ہیں اور قوم اور ملت کے لئے بنیادی پتھر ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت اولین فریضہ ہے جس کی تنخواہ مل رہی ہے۔ دوسری طرف تن آسانی و آرام طلبی ہے۔ یا یہ دلچسپیاں اور تفریحات ہیں۔ نتیجہ یہ کہ کوئی بچہ ٹیوشن سے کچھ چل جائے تو خیر ورنہ نااہل و ناقابل رہتا ہے۔ اپنی کوتاہیوں کا پردہ رکھنے کے لئے پاس کرتے رہتے ہیں اور بارھویں تک تو پہنچا ہی دیتے ہیں۔

(۱۰)

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

پ بقرہ ع ۲۶۔

(ترجمہ) اور بہت ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے کہ تم کسی امر کو اپنے حق میں بہتر سمجھو اور وہ

تمہارے لئے برا ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے ۔ یعنی کونسی چیز تمہارے حق میں بہتر ہے اور کونسی بری، یہ تم نہیں جانتے اللہ ہی جانتا ہے۔

(۱۱)

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ پ۲ بقرہ ع ۳۲

(ترجمہ) کون ہے وہ شخص جو اللہ کو صاف ستھرا قرض دے پھر اللہ اس کو اس کے لئے دوگنے پر دوگنا بڑھاتا رہے گا۔ یعنی ہر دوگنے کو دوگنا کرے گا۔ چکانے کے وقت کتنا ہو جائے گا یہ وہی چکانے والا جانے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یقبلھا بیمینه ویربیھا لصاحبه کما یربی احدکم فلوہٗ حتی تکون مثل الجبل۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر خیرات کی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف پاک کمائی مقبول ہے تو اس کی اتنی قلیل خیرات کو وہ اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے اور اس معطی کے لئے اس کو بڑھاتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے کی پرورش کرے۔ حتی کہ وہ کھجور کا ایک دانہ بڑھتے بڑھتے پہاڑ جیسا ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر صاف ستھری کمائی

میں سے ہو تو ایک کھجور بھر خیرات کا اجر پہاڑ کے برابر ملتا ہے (تفسیر مظہری)
وفی روایة حتی ان تکون اللقمة لتصیر مثل احد۔ وتصدیق
ذلک فی کتاب اللہ "ویربی الصدقات"۔ ایک روایت میں ہے
کہ ایک لقمہ ہو تو وہ کوہ احد کی طرح ہو جاتا ہے (جمع الفوائد مختصراً)

(۱۲)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط پ۳ بقرہ ع ۳۴

(ترجمہ) اے ایمان والو! خرچ کر ڈالو ان چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو
دی ہیں۔ قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ تو خرید و فروخت
ہوگی نہ دوستی ہوگی نہ سفارش ہوگی۔ یعنی عمل کا ہی دنت ہے آخرت
میں نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی دوستی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا
سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔ نیک کام جو کچھ کرنے ہیں وہ
اب کر لو۔

(۱۳)

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ
اَذًی ط پ۳ بقرہ ع ۳۶۔

(ترجمہ) مناسب بات کہہ دینا اور درگذر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات
سے جس کے بعد کوئی رنج پہونچایا جائے۔ یعنی مانگنے والے کو نرمی سے
جواب دینا اور اس کی بدزبانی پر درگذر کرنا بہتر ہے اس سے کہ دیکر بار

بار احسان جتائے۔

(۱۴)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۳ بقرہ ع ۳۶۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم احسان جتا کر یا کوئی اور ایذا پہونچا کر اپنی خیرت کو برباد نہ کرو اس طرح کہ جو اپنا مال محض دکھاوے کے لئے خرچ کرے۔ اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین نہ رکھے (ایسی خیرات کا کوئی ثواب نہیں، دونوں اکارت)

(۱۵)

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ پ ۳ بقرہ ع ۳۸۔

(ترجمہ) اور (تمہارا قرضدار) اگر تنگدست ہو تو اس کو مہلت دی جائے یہاں تک کہ وہ ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ اور معاف ہی کردو تو یہ تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے۔ اگر تم سمجھو۔ یعنی اگر قرضدار قرضہ ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے۔ لیکن تنگدستی کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا تو معاف کر دینا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ تم بھی بے فکر ہو جاؤ گے اور وہ بھی ذہنی کشمکش سے نجات پائے گا۔ اور ہمیشہ تمہارا احسان مند رہیگا اور آخرت میں بھی تمہارے لئے مزید اجر و ثواب ہے۔

(۱۶)

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ
وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ

پ۴ آل عمران ع ۱۴۔

(ترجمہ) اور لپکو اپنے رب سے بخشائش اور وہ جنت لینے کے لئے جس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں جیسی ہے۔ جو تیار رکھی ہے ان پرہیزگاروں کے لئے جو اپنی خوش حالی میں بھی اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی (مندے کا بہانہ نہیں کرتے) اور غصے کو پینے والوں اور لوگوں کو معاف کرنے والوں کے لئے۔ اور اللہ ایسے نیک کردار لوگوں کو محبوب رکھتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الغضب من الشیطان وان الشیطان خلق من نار وانما یطفأ النار بالماء فاذا غضب احدکم فلیتوضأ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ ایک اثر ہے شیطان کی طرف سے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی سے بجھتی ہے تو تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو وضو کر لینا چاہیئے۔ وقال اذا غضب احدکم وھو قائم فلیجلس فان ذھب عنہ الغضب والا فلیضطجع اور فرمایا کہ جب کسی کو غصہ آئے اور کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے اگر غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو خیر ورنہ

لیٹ جائے۔ وقال الا وان الغضب جمرۃ فی قلب ابن آدم اما رأیتم الی حمرۃ عینیہ وانتفاخ اوداجہ فمن احس بشیء من ذالک فلیلصق بالارض۔ اور فرمایا کہ یاد رکھو غصہ انسان کے دل میں ایک چنگاری کی طرح ہے، اس کی آنکھوں کا سرخ ہو جانا اور گردن کی رگوں کا پھول جانا دیکھو یہ اس کی حرارت ہے تو جس کو غصہ آنے لگے اس کو فوراً زمین سے چمٹ جانا چاہیئے۔ یعنی زمین پر لیٹ جانا چاہیئے۔ وقال فما تعدون الصرعۃ فیکم قلنا الذی لا یصرعہ الرجال فقال لیس بذالک ولکنہ یملک نفسہ عند الغضب۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا بڑا پہلوان (چیمپین) کس کو کہتے ہو؟ عرض کیا وہ شہ زور آدمی جس کو کوئی نہ پچھاڑ سکے۔ فرمایا ایسا نہیں۔ بڑا پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ اور فرمایا حضور انورؐ نے معلموں اور استادوں کے لیئے علموا ویسروا ولا تعسروا واذا غضب احدکم فلیسکت واذا غضب احدکم فلیسکت واذا غضب احدکم فلیسکت۔ کہ نرمی سے تعلیم دو، سختی نہ کرو۔ اور جب شاگرد پر غصہ آئے تو خاموش ہو جانا چاہیئے۔ پھر غصہ آئے پھر خاموش ہو جاؤ۔ پھر غصہ آئے تو پھر خاموش ہو جاؤ۔ جمع الفوائد جلد دوم۔

(۱۷)

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا

اللہ فاستغفروا لذنوبھم قف ومن یغفر الذنوب
الا اللہ صقف ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون ۝ پ۴
آل عمران ع ۱۴ -

(ترجمہ) اور جنت تیار ہے ان لوگوں کے لئے کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے یا اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھیں تو ان کو اللہ یاد آجاتا ہے۔ پھر وہ (نادم ہو کر فوراً) اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں اور کون معاف کر سکتا ہے گناہوں کو اللہ کے سوا۔ اور جانتے بوجھتے اپنے کیے پر ڈھٹائی نہیں کرتے۔ یعنی بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف ہو سکتا ہے ندامت کے ساتھ سچی توبہ کرنے سے۔ لیکن چھوٹے سے چھوٹے گناہ پر قائم رہنا یا اڑ جانا اس کو گناہ کبیرہ بنا دیتا ہے۔ معاذ اللہ۔

(۱۸)

وشاورھم فی الامر ج فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ط
پ۴ آل عمران ع ۱۷

(ترجمہ) اے پیغمبر اپنے ساتھیوں سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کرو۔ پھر جب تم پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اہم امور جو مفاد عامہ اور اجتماعیات سے یا تمدن سے تعلق رکھتے ہیں ان میں اپنے مخلص ساتھیوں سے مشورہ کرنا بہتر ہے، مشورہ کے بعد تم اپنی صوابدید سے جو مضبوط رائے قائم کرلو اس پر عملدرآمد کرو۔ پھر ڈگر دے میں نہ پڑو کامیابی اللہ کے اختیار میں ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر کس وناکس اور

یل ناابل سے مشورہ کرو۔ اور اپنی نجی باتوں پرائیویٹ معاملات اور روزانہ کے معمولات میں بھی ہر ایک سے مشورہ کرتے پھرو۔

مشورہ کے لئے بے غرض، مخلص، ہمدرد، پرہیز گار، امانتدار، سنجیدہ، تجربہ کار، دوراندیش اور معاملہ فہم لوگوں کا انتخاب کرو ہر کس و ناکس سے مشورہ کرنے میں راز آشکارا ہو گا۔ اور "شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا" کے مصداق ہو گے۔ بے غرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس معاملے میں اس سے مشورہ کیا جارہا ہے اس سے اس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ ہو۔

اپنے مخلص رفقا اور عزیزوں دانشمندوں سے مشورہ کرتے ہیں بڑے فوائد ہیں، آپس میں محبت و اخوت بڑھتی ہے اور تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مشورہ میں مختلف خیالات اور متعدد رائیں سامنے آتی ہیں۔ ایک عمدہ اور مضبوط رائے قائم کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(مدخل لابن الحاج جلد سوم)

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ۔ میں یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ پہلے ارادہ ہے پھر عمل کے ساتھ توکل ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لئے اسباب اور وسائل و ذرائع پیدا کیے ہیں، انسان کو کام کرنے کے لئے آلات و جوارح عطا فرمائے ہیں۔ عقل دی ہے، آنکھیں دی ہیں، ہاتھ پاؤں دیئے ہیں، ان چیزوں سے کام لو، سوچ سمجھ تدبیر کرو اور اللہ پر بھروسا کرو۔

نیک کام میں قصداً دیر کرنا اور پھر کہدینا کہ اللہ کا حکم نہیں تھا۔ غلط کام کرنا اور کہدینا کہ اللہ کا حکم یونہیں تھا۔ تدبیر نہ کرنا اور تقدیر کے انتظار میں بیٹھا رہنا، یہ سب جہالت و حماقت کی باتیں ہیں۔

اکثر عورتوں میں دورِ اندیشی اور معاملہ فہمی بالکل نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کے مشورہ پر آنکھیں بند کر کے عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ وقال بعض الحکماء ایاک ومشاورۃ النساء فان رأیھن الی الافن و عزمھن الی الوھن (مدخل ج ۳) یعنی دانشوروں کا قول ہے کہ عورتوں کے مشورہ سے بچو۔ کیونکہ ان کی رائے بے عقلی اور ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہوتی ہے اور ان کا ارادہ بودا ہوتا ہے۔

(۱۹)

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ط پ ۵ نساء ع ۶۔

(ترجمہ) اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور سلوک کرو والدین کے ساتھ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور حاجت مند فقیروں اور قریب کے پڑوسیوں اور دور کے پڑوسیوں اور ہم نشینوں اور مسافروں اور اپنے مملوکوں کے ساتھ بھی۔

مالی اعانت کے لئے اللہ تعالیٰ نے درجات مقرر کر دیئے۔ فرمایا

ب سے پہلے حق رشتہ داروں کا ہے۔ ان میں سے والدین سب سے
ول حقدار ہیں، پھر اور رشتہ دار۔ پھر یتیم۔ پھر حاجتمند فقیر۔ پھر قریب
ے پڑوسی۔ پھر اہلِ محلہ۔ پھر ہم نشین دوست۔ پھر مسافر۔ پھر اپنے لونڈی
غلام۔ اب لونڈی غلام نہیں ہیں تو ان کی جگہ نوکر چاکر سمجھ لو۔

(۲۰)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا لا پ۵ نساء ع ۶

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو پسند نہیں کرتا جو گھمنڈ کرتا ہو، ڈینگیں
ہانکتا ہو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینظر اللہ یوم
القیامۃ الیٰ من جر ثوبہ خیلاء ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ رب العزۃ ایسے شخص کی طرف نظر اٹھا کر
دیکھے گا بھی نہیں جس کا لباس غرور و تکبر کی وجہ سے زمین پر گھسٹتا
ہوا چلے۔

(۲۱)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ
عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ط فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ
حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ط پ۵ نساء ع ۶۔

(ترجمہ) مرد حاکم ہیں عورتوں پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو
دوسرے سے افضل بنایا۔ اور اس وجہ سے بھی کہ مردوں نے اپنا

مال خرچ (کرکے ان کو حاصل) کیا ہے۔ (اور آئندہ کے بھی تمام اخراجات مرد ہی برداشت کرتا ہے) پس نیک عورتیں وہ ہیں جو مرد کی فرماں بردا کرتی ہیں اور اس کی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں جن کی حفاظت کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (مثلاً عزت و آبرو اور مال وغیرہ)

قوّام کے معنی ہیں گھر کے انتظام کو چلانے والا اور درست رکھنے کی تدبیر کرنے والا۔ جس طرح حاکم اپنی رعیت پر اختیار رکھتا ہے۔ ہر قسم کے انتظامات کرتا ہے قانون کی پابندی کراتا ہے امن قا کرتا ہے وغیرہ۔ مرد کو فطرۃ اللہ تعالیٰ نے عورت پر فوقیت دی ہے باعتبا علم و عقل اور جسمانی قوت کے بھی اور باعتبار ہمت و استعداد عمل کے بھی۔ اسی وجہ سے نبوۃ کا عہدہ بھی مردوں کے لئے مخصوص ہے۔ شر عورت کو امام بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ کسی صوبے کا گورنر اور قاضی (جج) بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ حدود اور قصاص میں عورت کی گواہی معتبر نہیں۔ افضلیت کے اور بھی اسباب و وجوہ ہیں۔ اور یہ اللہ کی دین ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ ولذلک الفض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا۔ یہ برتری کوئی معمو برتری نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے سو کسی اور کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر د

کو سجدہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ناقصُ العقل اور ناقصات الدّنیا والدّین فرمایا ہے۔ یعنی اللہ نے عورت کو مرد کے مقابلے میں عقل بھی کم دی ہے۔ دنیا بھی کم اور دین بھی کم۔ اسی وجہ سے معاملات میں گواہی دو عورتوں کی معتبر نہیں۔ بلکہ دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد بھی ہو تو شہادت مکمل ہوگی۔ یعنی ایک مرد کے برابر دو عورتیں قرار دی گئیں۔۔ اور میراث میں لڑکیوں کو لڑکوں سے آدھا حصہ ملتا ہے۔ اور بہت سی عبادتیں بھی معاف ہیں۔ مثلاً نماز جمعہ و عیدین اور جہاد عورتوں پر واجب نہیں (وغیرہ)۔

مردوں کو عورتوں پر برتری دی گئی گھر کے نظام کو چلانے کے لئے۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ عورتوں کے بھی وہ حقوق ادا کیے جائیں جو مردوں پر واجب ہیں۔ زبردست اور محکوم سمجھ کر ان پر ظلم نہ کیا جائے۔ ان کی حق تلفی نہ کی جائے۔ ان پر سختی نہ کی جائے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ص وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ط وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ پ ۲ بقرہ ع ۲۷۔ (ترجمہ) اور عورتوں کے بھی مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ اگرچہ مردوں کا کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ج فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝ پ ۴ نساء ع ۳۔ (ترجمہ) اور ان

(اپنی بیویوں) کے ساتھ خوش اخلاقی اور سلوک سے رہو سہو۔ اور اگر وہ تمہارے مزاج کے خلاف ہوں تو (صبر و تحمل سے نباہ کرو) ممکن ہے جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اسی میں اللہ تعالیٰ بڑے فوائد پیدا فرمادے یعنی عورتوں کے ساتھ تحمل و بردباری سے گذران کرو۔ اگر ان میں کوئی بات تمہیں ناپسند ہو تو شاید کچھ خوبی بھی ہو۔ بدخو کے ساتھ بدخوئی نہیں کرنی چاہیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی (مگر سیدھی نہیں ہوگی)، پس ان کے ساتھ رحم و کرم کا برتاؤ کرو اور بردباری و تحمل سے گذارا کرو (ہر وقت جھینکتے نہ رہو)

اور فرمایا۔ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ یعنی تم سب میں سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنی گھروالی کے حق میں اچھا ہے۔ عورتوں کے ساتھ مارپیٹ کرنے کو بہت سختی سے منع فرمایا ہے۔ لا تضربوا اماء اللہ۔ ان اللہ کی بندیوں کو مارو پیٹو نہیں۔ لیس اولئك بخیارکم۔ یعنی یہ لوگ جو اپنی بیویوں کو مارتے پیٹتے ہیں اچھے لوگ نہیں ہیں۔

علم و عقل کے لحاظ سے آدمیوں کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ جو دانش مند اور عالم ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو ہیچ سمجھے۔ اور یہ جانتا ہو کہ کامل علم و عقل کسی کے پاس نہیں ہے۔ وفوق کل ذی علم علیم۔ ایسا شخص بڑا عزت والا اور قابل احترام ہوتا ہے۔ اور

بلند مراتب حاصل کرتا رہتا ہے۔ دوسرا وہ جو دانش مند اور عالم ہو اور اپنے آپ کو دانش مند اور عالم سمجھتا ہو۔ وہ بھی کچھ نہ کچھ عزت حاصل کرہی لیتا ہے۔ تیسرا وہ جس میں نہ علم ہو نہ تجربہ ہو نہ عقل ہو اور اپنے آپ کو بڑا دانا اور عقلمند سمجھے۔ لوگوں کے دلوں میں ایسے آدمی کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ لوگ مجھے دانشور اور صائب الرائے سمجھتے ہیں۔ علم الاخلاق میں اس کو جہل مرکب کہا گیا ہے۔ وہ ہمیشہ اسی غلط فہمی میں گرفتار رہتا ہے۔ اپنی نادانی سے خود بھی نقصان اٹھاتا ہے اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ مگر کبھی نہ اس کو احساس ہوتا ہے نہ ندامت۔

اس تیسری قسم میں داخل ہیں وہ نافرمان عورتیں جو اپنی عقل کو مرد کی عقل سے برتر اور اپنی رائے کو مرد کی رائے سے بہتر سمجھتی ہیں۔ ان کے طرز عمل سے شوہر کی عزت جاتی ہے جائے۔ شوہر کی بات خراب ہوتی ہے ہوا کرے۔ کام بگڑتا ہے بگڑا کرے۔ شوہر کو رنج پہونچتا پہونچا کرے۔ ان کو احساس تک نہیں ہوتا۔ ایسی عورتیں گھر اور خاندان کی تباہی کا سبب بنتی ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس عورت کی کسی بات سے شوہر کو رنج پہونچے اور وہ ناراض ہو جائے تو فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ اپنی خطا پر نادم ہو کر تلافی نہ کرے۔

اور اسی تیسری قسم میں داخل ہیں وہ نادان اور کم علم اہل ثروت

جن کو محض دولت کی وجہ سے انجمنوں اور سوسائٹیوں کا رکن بنایا جاتا ہے تاکہ اللہ کی عطا فرمائی ہوئی دولت سے ادارہ کی اعانت و کفالت فرمائیں لیکن وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ چونکہ بڑے بڑے دانشور ہمارا احترام کرتے ہیں۔ علما و صلحا کی گردنیں ہمارے آگے خم ہیں لہذا ہم سے بڑھ کر کوئی عاقل و دانا نہیں اور ہماری رائے سے برتر و بہتر کسی کی رائے نہیں۔

(۴۲)

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط پ ۵ نساء ع ۸۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ حقداروں کے حقوق ادا کرو اور لوگوں کے درمیان جب تم مجاز (با اختیار) بنو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عہد لہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیانت کرنے والے کا کوئی ایمان نہیں۔ اور اپنے قول سے پھر جانے والے کا کوئی دین نہیں۔

لیس اداء الامانۃ منحصراً فی مال الودیعۃ ونحو ذلک بل کل حق لاحد علی احد امانۃ۔ امانت کوئی مال یا کوئی چیز رکھنے سونپنے تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک قسم کا حق جو ایک کا دوسرے پر ہو وہ امانت ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ۔ قیل وکیف اضاعتھا؟ قال اذا وسد الامر الی غیر اھلہ (بخاری) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو (سمجھ لو کہ قریب آگئی ہے) دریافت کیا گیا کہ امانت کے ضائع کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی عہدہ کسی نااہل کے سپرد کر دینا۔

عن عبد اللہ عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راع و ھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اھل بیتہ و ھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ و ھی مسئولۃ عنھم وعبد الرجل راع علی مال سیدہ و ھو مسئول عنہ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ

حضرت عبد اللہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد رکھو تم سب رکھوالے ہو اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہو، پس امام یعنی حاکم اپنی رعیت کا نگہبان و ذمہ دار ہے۔ اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے اہل وعیال کا نگران و ذمہ دار ہے اور اپنی رعیت یعنی اہل وعیال کے بارے میں جوابدہ ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی محافظ و نگران ہے اس سے ان کی بابت

پوچھا جائے گا، نوکر اپنے مالک کی املاک کا نگراں ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔ پھر سن لو! تم میں سے ہر ایک محافظ ذمہ دار اور جوابدہ ہے اس چیز کے بارے میں جو اس کی حفاظت میں سونپی گئی ہے۔ (اور یہ سوال کہاں ہوگا اور جوابدہی کس کے سامنے ہوگی؟ اس قہار و جبار حی و قیوم کے دربار میں جس کے اوپر کوئی عدالت نہیں) مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بڑی چار مثالیں ارشاد فرمائی ہیں انھیں پر قیاس کر کے ہر شخص کو اپنی متعلقہ ذمہ داریوں کا جائزہ لینا چاہیئے۔

وقال صلی اللہ علیہ وسلم مُروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیہا وھم ابناء عشر سنین وفرقوا بینھم فی المضاجع۔ اور فرمایا کہ تمھاری اولاد جب سات برس کی عمر تک پہونچے تو اس کو نماز پڑھواؤ اور جب دس برس کی عمر ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارو اور دس کی عمر سے ہی اس کے سونے کی جگہ الگ الگ مقرر کرو۔

(۲۳)

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝ پ۵ نساء ع ۸۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے با اختیار (عہدہ دار) ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر کوئی اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور انجام میں بھی مفید ہے۔

یعنی ان با اختیار عہدہ داروں کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے جو کسی محکمے یا ادارے یا اس کے نظام کے چلانے کے لئے مقرر ہوں۔ اسی میں اجتماعی بہتری اور فوز و فلاح ہے۔ اگر محکموں اور اداروں میں ماتحت عملے کے لوگ اپنے افسروں، عہدہ داروں اور حاکموں کی حکم عدولی کریں ان کے خلاف سازشیں کریں تو نظام زندگی تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ اختیار والے سے مراد ہیں بادشاہ، قاضی اور وہ شخص جو کسی کام پر ذمہ دارانہ حیثیت سے مقرر ہو۔

عن ابن عمرؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال علی المرأ المسلم السمع الطاعة فیما احب او کرہ الا ان یؤمر بمعصیة اللّٰہ فان امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة۔

اور فرمایا کہ مسلمان آدمی پر امور مفوضہ میں اپنے سربراہ کی فرماں برداری اور اطاعت بہر حال واجب ہے خواہ وہ حکم اس کو پسند ہو یا ناپسند۔ ہاں اگر ایسا حکم دیا جائے جس کی تعمیل میں خدا کی نافرمانی لازم آتی ہو تو اطاعت نہ کرے۔ (خازن)

(۲۴)

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْھَا ج وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّکُنْ لَّہٗ کِفْلٌ مِّنْھَا ط وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ۝ پ۵ نساء ع ۱۱

(ترجمہ) جو شخص کسی کی سفارش کرے اچھے معاملے میں تو اس کے ثواب میں سے سفارشی کو بھی حصہ ملے گا۔ اور جو سفارش کرے بُرے معاملے میں تو اس کے وبال میں بھی سفارشی کا حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر نگراں ہے۔

جو حضرات معاملے کو سمجھے بغیر حالات کا جائزہ لیے بغیر، خواہانِ سفارش کو جانچے بغیر سفارش کرتے ہیں اس آیت میں ان کے لئے تنبیہ ہے۔ ان کو جا و بیجا سفارش کرنے کا شوق ہوتا ہے، حالانکہ ان کی شان یہ ہونی چاہیئے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا فراسة المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈرو مؤمن کی روشن ضمیری سے کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے یعنی نظر ڈالتے ہی معاملے کی تہ تک پہونچ جاتا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لاتنظروا الی صلوٰة امرأ ولا صیامہ ولکن انظروا الی عقلہ وصدقہ۔ آدمی کے روزے نماز کو نہ دیکھو بلکہ اس کی عقل اور سچائی کو دیکھو۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک دیندار آدمی دانشمند اور تجربہ کار بھی ہو۔

ع - ہر کسے را بہر کارے ساختند - الفاروق حصہ دوم ص۲۲۲

دوسری روایت میں یوں ہے۔ لاتنظروا الی صیام امرأ ولا الی صلاته ولکن انظروا الی صدق حدیثه اذا احدث والی ورعه اذا اشفی والی امانته اذا اؤتمن۔ یعنی آدمی کے نماز روزے کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ اس کی گفتگو میں کہاں تک صداقت ہے۔ اور دنیاوی مشاغل کے ساتھ کہاں تک وہ متدین اور پرہیزگار رہتا ہے، اور جب اس کو امین بنایا جائے تو کہاں تک وہ دیانتدار ہے۔ عن المسوران رجلا اثنی علی رجل عند عمر رضی اللہ عنه فقال له اصحبته فی السفر قال لا قال فعاملته؟ قال لا۔ قالؓ فانت القائل بما لاتعلم۔ وفی روایة واللہ ماتعرفه۔ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی آدمی کی (بطور سفارش) تعریف کی۔ آپ نے پوچھا کیا اس کا تمھارا کبھی سفر میں ساتھ ہوا ہے؟ کہا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تمھارا اس سے کوئی معاملہ (لین دین وغیرہ) ہوا ہے؟ کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا جس کو تم نہیں جانتے اس کی کیا تعریف کر رہے ہو ایک روایت میں ہے واللہ تم اس کو نہیں پہچانتے۔ (سیرہ عمرؓ علامہ ابن جوزی) مطلب اس کا بھی وہی ہے کہ جس کو تم نہیں جانتے اس کی کیا تعریف کر رہے ہو۔

اور بعض حضرات سفارش کرتے ہی نہیں حالانکہ تا حد امکان اپنے بھائی کی حاجت روائی کرنی چاہیے۔

عن معاویۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اشفعوا تؤجروا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے
فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (جائز) سفارش کرو اجر حاصل کرو۔
(جمع الفوائد جلد دوم۔ یہ دونوں گروہ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔
شفاعت حسنہ تعاون علی البر کا ایک شعبہ ہے اور شفاعت سیئہ
تعاون علی الاثم کا ایک شعبہ ہے۔

(۳۵)

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ
پ ۵ نساء ع ۱۱۔

(ترجمہ) اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں
جواب دو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو۔ مثلاً کوئی کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ
تو واجب ہے اس کا جواب۔ اگر برابر چاہے تو کہے وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ۔
اور زیادہ ثواب چاہے تو ورحمۃ اللہ بھی کہے اور اگر اس نے یوں
کہا تو جواب میں وبرکاتہ بھی بڑھا دے۔

(۳۶)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ پ ۶ مائدہ ع ۱

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنے سب قول و قرار پورے کرو۔ جو اللہ
تعالیٰ کے ساتھ عہد و پیمان کیے ہیں وہ بھی اور جو آپس کے معاملات
میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو وہ بھی۔ یعنی جو اللہ نے حلال

قرار دیا اس کو حلال سمجھو اور جو حرام کیا اس کو حرام سمجھو اور اس کے احکام پر عمل کرو۔ اور آپس کے معاملات مثلاً امانت، دیانت، وعدوں کا پورا کرنا وغیرہ۔ وقد ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ایات المنافق اذا عاھد غدر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی جو نشانیاں ذکر فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب معاہدہ کرے تو غدر یعنی عہد شکنی کرے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فاتقوا الدنیا واتقوا النساء و ذکر ان لکل غادر لواءً یوم القیامۃ بقدر غدرتہ فی الدنیا۔ ولا غدر اکبر من غدر امیر العامۃ بغرز لواءہ عند استہ۔ اور فرمایا کہ خبردار دنیا سے ڈرو اور عورتوں سے ڈرو (کہیں ان کے چکر میں پڑ کر اپنی عقل سلیم کو کھو نہ دینا) اور فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک غدار کے ساتھ ایک جھنڈا ہوگا جو اس کی عہد شکنی کی تشہیر کرے گا۔ جتنی بڑی عہد شکنی ہوگی اتنا ہی بڑا جھنڈا ہوگا۔ اور سب سے بڑی غداری وہ ہے جو امیر عامہ (یعنی با اختیار حاکم و والی یا بادشاہ) کے ساتھ کی جائے یعنی بغاوت، اس کا جھنڈا باغی کی مقعد کے پاس اڑسا جائے گا (اور وہ اسی طرح اس کو لے کر چلے گا) مشکوٰۃ شریف باب الامر بالمعروف

اللھم احفظنا من خزی الدنیا والاخرۃ۔

(۲۷)

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ

وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ پ۶ مائدہ ع ۱

(ترجمہ) اور نیکی و پرہیزگاری میں ایک دوسرے کے شریک و معاون رہو اور گناہ و ظلم میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یعنی نیک مقصد میں دوسرے کا ہاتھ بٹاؤ اور تعاون کرو۔ برے مقصد میں تعاون نہ کرو۔ سئل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البر والاثم قال البر حسن الخلق والاثم ماحاك فی نفسك وكرهت ان یطلع علیہ الناس۔ حضور انورؐ سے نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھا گیا، آپؐ نے فرمایا نیکی تو ہے پاکیزگی کردار (بھلا چال چلن جس پر تمہارا ضمیر بےخوف اور مطمئن ہو) اور گناہ ہر ایک وہ کام جو تمہارے دل میں چبھتا اور کھٹکتا رہے۔ اور جس کا لوگوں پر ظاہر ہونا تمہیں ناپسند و ناگوار ہو۔ یعنی ہر ایک وہ کام گناہ میں شامل ہے جس کے ظاہر کرنے میں جھجک ہو۔ اور جس پر تمہارا ضمیر تم کو ملامت کرے بشرطیکہ ضمیر بالکل مردہ نہ ہو چکا ہو۔

(۲۸)

قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ ج

پ۷ مائدہ ع ۱۳۔

(ترجمہ) اے نبی کہدو کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں۔ اگرچہ تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو۔ یعنی برائی خواہ کتنی ہی عام ہو جائے یہ عذر ناقابل قبول ہے کہ عموم بدی کی وجہ سے اس سے بچنا ممکن نہیں رہا۔

برائی تو برائی ہے، خیانت، رشوت، غبن کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا۔ نوکری رہے یا جائے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے نواسے مولانا حافظ محمد یعقوب گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ بیٹا! ایک بات کہوں اگر یاد رکھو۔ احقر نے عرض کیا ضرور یاد رکھوں گا۔ فرمایا گناہ کرو تو اس کو گناہ ہی سمجھو۔ شریعت کی آڑ لینے کی کوشش نہ کرو۔ (یعنی کسی ممنوع کے لئے شریعت سے جواز ڈھونڈھنے کی کوشش نہ کرو)

(۳۶)

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ○

پ۹ اعراف ع ۱۴/۲

(ترجمہ) اے نبی درگذر اختیار کرو اور دوسروں کو نیک کام سکھاؤ اور نادانوں سے کنارہ کش رہو۔ یعنی تحمل اور برداشت کی عادت پیدا کرو۔ اور دوسروں کو نیک کام کی ہدایت کرو اور ناتربیت یافتہ غیر مہذب لوگوں سے الگ تھلگ رہو۔ قال عبد اللّٰہ بن زبیر ومجاھد العفو من اخلاق الناس واعمالھم ومایسھل علیھم وذٰلک مثل قبول الاعتذار والعفو والمساھلۃ وترک البحث عن الاشیاء والتجسس ونحو ذٰلک ولا تطلب ما یشق علیھم۔ عبداللہ بن زبیر اور مجاہد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ عفو سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کی بداخلاقی اور بدسلوکی سے درگزر کرے

اور ان کے ساتھ نرمی برتنے کی کوشش کرے مثلاً وہ معافی چاہیں تو معاف کرے اور ان کی معذرت قبول کرے اور ان کے اٹکے ہوئے کام بے غرضی سے رشوت لیے بغیر انجام دیدے۔ اور بات بات میں کھود کرید اور نجی امور کا تجسس نہ کرے اور ان کی طاقت یا حق سے زیادہ ان سے کام نہ لے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو ہاتھ سے یعنی طاقت سے روکے اور اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی ہمت نہ ہو تو دل سے نفرت کرے۔ اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے

(۳۰)

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥ پ ۹ اعراف ع ۲۴۔

(ترجمہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔ یعنی قرآن کی طرف کان لگانا اور ادب کے ساتھ خاموش رہ کر سننا واجب ہے، پس تلاوت و قرات کرنے والے کو جائز نہیں کہ موقع محل دیکھے بغیر قرآن پڑھے مثلاً ایسی محفل میں جہاں لوگ باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ یا کاروباری مقامات پر جہاں خرید و فروخت اور لین دین میں لگے

ہوتے ہیں۔ یا کارخانوں ہیں جبکہ لوگ صنعت وحرفت میں منہمک ہوتے ہیں۔ یا دوکانوں پر اور رہگذروں اور بازاروں ہیں جہاں لوگ اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر جانے کے لئے چلتے اور گذرتے ہیں۔ قرآن کے ریکارڈ بجانا، ریڈیو سنانا جائز نہیں۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ سب لوگوں کا گناہ سمیٹتا ہے۔ ترک واجب کا گناہ عذر کی وجہ سے ان سننے والوں پر نہیں ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی بساط سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔ سب کا وبال اس شخص پر ہے جو محض قاریوں کی خوش الحانی سے لطف اندوز ہونے کے لئے قرآن کو جا وبیجا استعمال کرتا ہے۔

قال فی الخلاصة رجل یکتب الفقة وبجنبه یقرأ القرآن فلا یمکنه استماع القرآن فالاثم علی القاری۔ وعلی هذا لو قرأ علی السطح فی اللیل جهرا والناس نیام یاثم وهذا اصریح فی اطلاق الوجوب یعنی ایک شخص فقہ کی کتابت کر رہا ہے اور اس کے قریب کوئی شخص قرآن پڑھنے لگا۔ اور کاتب کو استماع قرآن ممکن نہیں۔ تو گناہ قاری پر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص رات کے وقت جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں اپنی چھت پر بیٹھ کر بلند آواز سے قراءۃ کرے تو گنا ہگار ہو گا۔

یہ مسئلہ بڑا اہم اور قابل توجہ ہے۔ جبکہ لوگوں کے آرام و راحت یا کاروباری مشغولی کے اوقات و مقامات ہیں اللہ کے کلام کو بلند

آواز سے پڑھنا ممنوع ہے، کیونکہ اس طرح اس کی بے حرمتی اور بے وقعتی ہوتی ہے۔ ذ غور فرمائیں وہ حضرات جو قوالیوں میں لاؤڈ اسپیکر لگاتے اور دور دور تک کی آبادی کو رات رات بھر جگاتے اور بے چین رکھتے ہیں، حالانکہ آبادی میں بعض اشخاص بیمار اور ضعیف بھی ہوتے ہیں۔ اور جو بیچارے دن بھر کے تھکے ہارے محفل قوالی میں حاضر نہیں ہیں ظاہر ہے کہ ان کو اپنے گھروں میں آرام کی ضرورت ہے۔ اور جن لوگوں کو ایسے صبر آزما سماع سے دلچسپی ہے وہ محفل میں حاضر ہیں ان کے لئے لاؤڈ اسپیکر کی ضرورت نہیں ان کے لئے قوالوں کے گلے کافی ہیں گویا ان حضرات کے نزدیک بڑے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا کام ہے ایک ایک مصرع کو ہزار ہزار دفعہ رگڑنا اور لوگوں کے کانوں کے پردوں پر گھسنے لگانا۔

ہندوستان کے مشہور بزرگ امیر خسروؒ؟ جو حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ ہیں۔ شاعری میں عظیم المرتبت ہونے کے ساتھ ساتھ فن موسیقی کے بھی ماہر اور صاحب تصنیف ہیں۔ فرماتے ہیں۔

مطربے می گفت خسروؔ را کہ اے گنج سخن
علم موسیقی ز شعر و نظم نیکو تر بود
زانکہ ایں علمے ست کز دقّت نیاید در قلم
واں نہ دشوار ست کاندر کاغذ و دفتر بود

پاسخش گفتم کہ من در ہر دو معنی کاملم
ہر دو را سنجیدہ بر و نے کہ آن بہتر بود
فرق می گویم میان ہر دو معقول و درست
تا دہد انصاف آن کز ہر دو دانشور بود
نظم را علمے تصور کن بہ نفس خود تمام
کو نہ محتاج سماع و صوت خنیاگر بود
گر کسے بے زیر و بم نظمے فرو خواند رواست
نے بہ معنی ہیچ نقصان نے بلفظ اندر بود
ور کند مطرب بسے ہاں ہاں و ہوں ہوں در سرود
چوں سخن نبود ہمہ بے معنی و ابتر بود
نائے زن را بیں کہ صوتے دارد و گفتار نے
لاجرم محتاج در قول کسے دیگر بود
پس دریں صورت ضرورت صاحب صوت و سماع
از برائے شعر محتاج سخن پرور بود
نظم را حاصل عروسے دان و نغمہ زیورش
نیست عیبے گر عروسے خوب بے زیور بود
من کسے را آدمی دانم کہ داند ایں قدر
ور نداند پرسد از من ور نہ پرسد خر بود

(خلاصہ) ایک گوّیے نے مجھ سے کہا کہ علم موسیقی علم شاعری سے

افضل ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں دونوں علموں کا ماہر ہوں اس لئے دونوں کا فرق بتاتا ہوں۔ نظم وشعر فی نفسہ کامل علم ہے وہ ڈھول کی آواز کا محتاج نہیں، اگر کوئی بغیر زیر و بم کے شعر پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ نہ معنی میں نقصان ہوگا نہ لفظوں میں۔ لیکن اگر شعر پھیپھسا ہو تو قوال کتنا ہی سر ہلا ہلا کر ہوں ہوں ہاں ہاں کرے اور گلا پھاڑ کر چیخے چلائے اس کی محنت اکارت اور سننے والوں کے لئے دردسر ہے شعر ایک دولھن ہے اور نغمہ اس کا زیور ہے۔ خوبرو دولھن اگر بغیر زیور کے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن زیور بغیر دولھن کے کس کام کا۔

ایک روز ایک صاحب نے میرے پاس آکر بیان کیا کہ فلاں جگہ تقریب نکاح ہے۔ لوگوں کا اصرار ہے کہ نکاح لاؤڈ اسپیکر پر ہوگا۔ کیا نکاح میں لاؤڈ اسپیکر لگانا ضروری ہے؟ ان کے لائے ہوئے کاغذ پر راقم الحروف نے مندرجۂ ذیل جواب لکھا:۔

کسی موقع پر بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ راہ چلتوں اور بازار کے دکانداروں کو نکاح کا خطبہ سنانے کی کیا ضرورت پیش آگئی ہے لاؤڈ اسپیکر لگانے پر اتنا اصرار کیوں کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

چند روز کے بعد ملے کہا کہ آپ کی بات مان لی گئی تھی لاؤڈ اسپیکر ہٹا دیا گیا تھا۔ الحمد للہ

ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ نکاح کے اعلان کا حکم دیا گیا ہے

اس لئے لاؤڈ اسپیکر لگانا تو مفید اور بہتر ہے۔ عرض ہے کہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہوتا ہے۔ ان میں بھی مختلف دائرے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک معاملے کا تعلق ہندوستان کے تمام باشندوں سے ہے تو اس کا اعلان تمام ملک میں کیا جائے گا۔ ایک معاملہ صرف دہلی کا ہے وہ دہلی کے تمام باشندوں تک پہنچایا جائے گا۔ ایک معاملہ صرف محلے کا ہے تو وہ محلے کے تمام افراد تک پہنچایا جائے گا۔ تمام ہندوستان میں اس کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا جائے گا۔

زید اور ہندہ کے نکاح کا اعلان مفاد عامہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور اس کا پورے ملک میں اعلان کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ پورے شہر میں۔ اعلان نکاح کا مفاد یہ ہے کہ زید اور ہندہ کے تعلق و رفاقت پر کوئی بدگمانی نہ کی جا سکے۔ لہذا دونوں کے خاندانوں کے حلقۂ واقفیت اور اہل محلہ تک اعلان ہو جانا کافی ہے۔ وہ اجنبی راہگیر جو زید و ہندہ سے اور ان کے رشتہ داروں سے واقفیت نہیں رکھتے ان کو اس اعلان سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لہذا ان کی سمع خراشی کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

(۳۱)

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ پ۱۰ انفال ع ۶

(ترجمہ) اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ ڈھیلے اور کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور سختی جھیلنے کی عادت ڈالو۔ بیشک اللہ جفا کشوں کا رفیق ہے۔

(۳۲)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ پ۱۱ یونس ع ۵

(ترجمہ) یقین جانو اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں اور تقدیر پر الزام دھرتے ہیں

(۳۳)

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۝ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ پ۱۲ ہود ع ۸۔

(ترجمہ) اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم غنی اور خوش حال ہو۔ اور مجھے ڈر ہے ایک تم پر آنے والے گھیر لینے والے دن کے عذاب کا۔ اور اے میری قوم (پھر سن لو) ٹھیک ٹھیک پورا ناپ کرو اور پورا تول کر دیا کرو اور گاہکوں کا ان کی خریدیں نقصان نہ کیا کرو۔ اور زمین پر بگاڑ اور فساد برپا نہ کرو۔ یعنی معاشرہ

کو فاسد نہ کرو۔

محتاج فقیر اگر فاقہ میں مبتلا ہو تو جان بچانے کے لئے حرام چیز کا استعمال بقدر ضرورت اس پر جائز ہو جاتا ہے۔ مگر تم تو غنی اور خوش حال ہو۔ تمھیں یہ کتر بیونت کرنے کی ضرورت بھی نہیں یوم محیط وہ دن ہوگا جو سب کو گھیر کر ہانک کر خدائے واحد و قہار کے دربار میں لاکر حاضر کر دے گا۔ کوئی کہیں چھپ کر بچ نہیں سکے گا۔

معاشرہ کو فاسد کرنے والوں میں کچھ وہ ہیں جو لوگوں کی صحت کو تباہ کرتے ہیں۔ آٹے میں بھس ملاتے ہیں۔ بکری کے گوشت کی قیمت وصول کرتے اور بھینسے کا گوشت بھیڑتے ہیں۔ خاص کر بکری کا قیمہ۔ کہ وہ ہمیشہ دکان کے اندر کے حصے میں پردے کے پیچھے تیار کیا جاتا ہے۔ اور بڑی خصوصیت اور اعزاز کے ساتھ اندر سے منگا کر گاہک کو دیا جاتا ہے، دودھ میں سے مکھن نکال کر چرا اندا یا ڈر ملاتے ہیں۔ پپیتہ اور آم وغیرہ میوہ جات کو زہریلی گیس سے پکاتے ہیں، یہ بنی نوع انسان کے قاتل ہیں شقی القلب۔ بے رحم، ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔

کچھ وہ ہیں جو دوسری (استعمالی) اشیا میں ملاوٹ کرتے ہیں۔ مثلاً صابون اور دیگر پاؤڈر میں سفید پسا ہوا پتھر ملاتے ہیں۔ سمنٹ میں چکنی مٹی ملاتے ہیں اور غریبوں کی گاڑھی کمائی کو ٹھگتے ہیں۔ ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ ضابطۂ اخلاق ان سے عاری اور حکومت

ان سے عاجز آ چکی ہے۔

قال ابوحنیفة من اشتری مکیلا مکایلة اوموزونا موازنة لم یجز للمشتری منه ان یبیعه ولا ان یاکله حتی یعید الکیل والوزن۔ لما نھی رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم عن بیع الطعام حتی یجری فیه الصاعان۔ صاع البائع وصاع المشتری۔ حضرت امام حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی نے کوئی چیز خریدی ہو اگر با تلو اگر تو خریدنے والے کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا یا خود کھانا جائز نہیں جب تک کہ خود اس کو ناپ تول کو نہ دیکھ لے کیونکہ حدیث میں ہے حضورؐ نے طعام کو فروخت کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ اس میں بائع کے بعد مشتری کا صاع جاری نہ ہو۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم زن وارجح فانا معاشر الانبیاء ھکذا نزن۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھکتا ہوا تولو۔ ہم خاندانِ نبوۃ والے ہیں اسی طرح تولتے ہیں۔

(۴۳)

وَیَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَیۡرِؕ وَکَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا۝ پ۱۵ اسراء ع ۲۔

(ترجمہ) اور انسان برائی کی ایسی دعا کرتا ہے جس طرح بھلائی کی دعا اور انسان جلد باز ہے یعنی بعض مرتبہ آدمی غصے میں یا

پریشانی و اضطراب میں اپنے لئے یا اولاد کے لئے یا کسی عزیز کے لئے بد دعا کر گذرتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبر کرو بد دعا نہ کرو۔ کہیں وہ قبولیت دعا کی گھڑی نہ ہو۔ پھر خود ہی پچھتاؤ گے اور نہ کڑھو گے۔

پریشانی کو دل سے کھو کے اطمینان پیدا کر
اگر کچھ کام کرنا ہے تجھے، ادسان پیدا کر (رسائل دہلوی)

وروی الواقدی فی المغازی من طریق مولی عائشہ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا باسیر فقال احتفی بہ قالت فاھوت مع امرأۃ فخرج ولم اشعر فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسأل عنہ فقلت لا ادری وغفلت عنہ فخرج۔ فقال قطع اللہ یدک۔ ثم خرج علیہ السلام فصاح بہ فخرجوا فی طلبہ حتی وجدوہ۔ ثم دخل علی فراشی وانا اقلب یدی فقال مالکِ؟ قلت انتظر دعوتک۔ فرفع یدیہ وقال اللھم انما انا بشر اسف واغضب کما یغضب البشر فایما مؤمن ومؤمنۃ دعوت علیہ بدعوۃ فاجعلہا لہ زکوۃ وطھرا۔ واللہ اعلم۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قیدی کو اپنے ساتھ لے کر آئے اور مجھ سے فرمایا کہ اس کو روکے رکھنا، میں ایک عورت کے ساتھ

باتوں میں مشغول ہو گئی۔ وہ نکل بھاگا اور مجھے علم نہ ہوا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور اس کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں، میں اس سے غافل ہو گئی وہ نکل گیا، آپؐ نے کہا اللہ کرے تیرا ہاتھ کٹے، پھر آپ باہر گئے اس کو پکارا۔ لوگ دوڑ پڑے اور اس کو تلاش کر کے لے آئے۔ پھر آپ میرے بستر کے پاس آئے اور میں ندامت سے ہاتھ مل رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ آپ کی دعا کا انتظار کر رہی ہوں، آپ نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔ اے اللہ! میں بشر ہوں اور (بتقاضائے بشریت) مجھ پہ غم بھی طاری ہوتا ہے اور غصہ بھی۔ تو ایسی حالت میں کسی مومن مرد یا عورت کے لئے کوئی بد دعا میرے موںھ سے نکلے تو اس کو اس شخص کے حق میں پاک صاف بنا دیجیو۔ (یعنی سوء سے پاک کر کے خیر بنا دیجیو۔)

(۳۵)

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ پ۱۴ النحل ع ۶۔

(ترجمہ) پس دریافت کرو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔ یہ آیت اگرچہ اہل کتاب کے بارے میں ہے لیکن حکم عام ہے۔ ہر ایک وہ شخص جو نہیں جانتا وہ جاننے والے سے پوچھے۔ اپنے خیالی گھوڑے نہ دوڑائے۔ اگر شرعی مسئلہ ہو تو عالم دین سے پوچھے

لغت ہو تو اہل لغت سے پوچھے۔ فن طب کا مسئلہ ہو تو طبیب سے پوچھے
ولا تقف ما لیس لک بہ علم۔ اور جو بات اچھی طرح معلوم نہ ہو اس پر عملدرآمد نہ کرے،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للعالم ان یسکت علی علمہ ولا ینبغی للجاھل ان یسکت علی جھلہ، قال اللہ تعالیٰ فَسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم کے لئے درست نہیں کہ اپنے علم پر خاموش رہے (یعنی دوسرے کو نہ سکھائے نہ بتائے) اور جاہل کے لئے درست نہیں کہ اپنے جہل پر خاموش رہے (یعنی نہ پوچھے نہ سیکھے نہ حاصل کرنے کی کوشش کرے) حالانکہ اللہ کا حکم ہے کہ نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے پوچھو اور سیکھو۔ (اس حکم پر تو وہ عمل کر سکتا ہے جس کو اپنے جہل کا احساس ہو۔ لیکن جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو دانا اور عالم سمجھتا ہے اس کا کوئی علاج نہیں) وقال لا تحدث الباطل للحکماء فیمقتوک ولا تحدث الحکمۃ للسفھاء فیکذبوک ولا تمنع العلم اھلہ فتاثم ولا تضعہ فی غیر اھلہ فتجھل۔ ان علیک فی علمک حقا کما ان علیک فی مالک حقا۔ اور فرمایا حضور نے کہ دانش مندوں کے آگے غلط بات نہ کہو۔ ان کو تم سے سخت ناخوشی ہوگی۔ اور دانائی کی بات بیوقوفوں کے سامنے نہ کہو وہ تمہیں جھٹلائیں گے، جو علم حاصل کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اس کو سکھانے پڑھانے میں کوتاہی نہ کرو ورنہ

گناہگار ہوگے، اور جو اس کا اہل نہیں اس کو پڑھانے میں محنت کرنا نادانی ہے۔ تمھارے علم کا تم پر ایسا ہی حق ہے جیسا اپنے مال کا (اللہ نے مال دیا ہے خرچ کرنے اور مخلوق کی اعانت کے لئے اسی طرح علم دیا دوسروں کو سکھانے اور فائدہ پہنچانے کے لئے) وقال ما انت بمحدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھم الا کان لبعضھم فتنۃ۔ اور فرمایا کہ اگر کسی مجمع میں ایسی بات کہو جو لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہو تو کچھ لوگوں میں فتنے کا سبب بن سکتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بے محل اور بیموقع بات دین کی ہو یا دنیا کی بہرحال نقصان دہ ہوتی ہے (جمع الفوائد) کلموا الناس بقدر عقولھم۔ لوگوں سے بات کرو بقدر ان کی عقل کے۔

(۳۶)

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝ پ۱۵ اسراء ع ۲۔

(ترجمہ) اور جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش حال و اہل ثروت لوگوں کو چھوٹ دیدیتے ہیں (اپنی توفیق و ہدایت روک لیتے ہیں) پس وہ لوگ وہاں بدکاری و شر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان پر اتمام حجت ہو جاتا ہے۔ پھر ہم اس بستی کو تباہ و غارت کر ڈالتے ہیں۔ یعنی قوموں کا بگاڑ اور زوال بڑے لوگوں سے شروع ہوتا ہے۔ دین کا زوال علماء و احبار سے۔ سلطنت کا

زوال سلاطین و امرا سے۔ اقتصادیات کا فساد ذخیرہ اندوز تاجروں سے۔ انتظامیہ کی خرابی رشوت خور اور بد دیانت افسروں سے۔ صحت کی تباہی ملاوٹ کرنے والے کارخانہ داروں سے۔ اخلاق کا بگاڑ نااہل اساتذہ سے۔ یقین و ایمان کا ضعف جھاڑ پھونک کرنے والے اور تعویذ لکھ کر دینے والے پیروں اور مسند نشین مجاوروں سے شروع ہوتا ہے۔

(۳۷)

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

پ۱۵ اسراء ع ۳۔

(ترجمہ) اور تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے پاس ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو ان کو کبھی ہوں بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا۔ اور ان سے بڑے ادب و احترام اور تمیز سے بات کرنا اور ان کے سامنے عاجزی سے جھکے رہنا (سینہ نہ تاننا) اور یوں دعا کرتے رہنا کہ میرے پروردگار! میرے ماں باپ پر رحمت فرما۔ جیسی محبت و شفقت سے انھوں نے مجھ کو چھوٹا سا پالا پوسا ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رضا اللہ فی رضا الوالد و سخط اللہ فی سخط الوالد ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی باپ کی رضا مندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ منان ولا عاق ولا مدمن خمر۔ اور فرمایا کہ جنت میں نہیں داخل ہوگا احسان جتانے والا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور شراب سے تائب نہ ہونے والا۔

وقال صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی ورغم انف رجل اتی علیہ شھر رمضان فلم یغفر لہ ورغم انف رجل ادرک ابویہ الکبر فلم یدخلاہ الجنۃ۔ اور فرمایا کہ ذلیل ہو وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ ذلیل ہو وہ شخص جس پر رمضان کا ماہ مبارک آیا اور اس نے اس کو اپنی بخشش کا ذریعہ نہ بنایا۔ ذلیل ہو وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور ان کو اپنے لئے دخول جنت کا سبب نہ بنا سکا۔

قال رجل یا رسول اللہ ماحق الوالدین علی ولدھما؟ قال ھما جنتک ونارک۔ ایک شخص نے پوچھا اے نبیؐ! ماں باپ کا کیا حق ہے اولاد کے ذمہ؟ آپ نے فرمایا وہ دونوں تیری جنت بھی

ہیں اور جہنم بھی۔ یعنی ان کی خدمت میں جنت کا استحقاق ہے اور نافرمانی میں جہنم کا۔

وقال صلی اللہ علیہ وسلم کل الذنوب یوخر اللہ ما شاء منہا الی یوم القیامۃ الا عقوق الوالدین فانہ یعجل لصاحبہ فی الحیٰوۃ الدنیا قبل الممات۔ اور آپ نے فرمایا اللہ تمام گناہوں میں سے جن گناہوں کی سزا دینی چاہتا ہے ان کی سزا قیامت کے لئے مؤخر کر دیتا ہے۔ مگر والدین کی نافرمانی کی سزا دنیا ہی میں ملنی شروع ہو جاتی ہے۔

گناہ صغیرہ تو دنیا میں نیکیاں کرنے سے یا استغفار سے یا بیماری سے معاف بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ان الحسنات یذھبن السیئات۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصب المؤمن کفارۃ لخطایاہ۔ یعنی مؤمن کی بیماری اس کی خطاؤں کا کفارہ ہے گناہ کبیرہ بغیر سچی توبہ کے معاف نہیں ہوتا، اگر حقوق العباد میں سے ہے تو صاحب حق کا حق ادا کرنا یا اس سے معاف کرانا بھی ضروری ہے

مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ جو معاف نہ ہوئے اور سزا الٰہی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی سزا کو یوم الجزا کے لئے مؤخر کر دیتا ہے لیکن والدین کے ساتھ زیادتی و بدسلوکی کی سزا دنیا ہی میں ملنی شروع ہو جاتی ہے، اور یہ مصلحت سے خالی نہیں، شاید کہ بندے کو کسی وقت خیال آجائے۔

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق کبیر الاخوۃ علی صغیرھم حق الوالد علی ولدہٖ۔ اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائیوں پر ایسا ہی ہے جیسا باپ کا حق اولاد پر۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ رجل فقال یارسول اللہ ان لی مالا وولدا وان ابی یحتاج الی مالی فقال انت ومالک لوالدک۔ ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا میرے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے۔ اور میرے والد کو میری مالی اعانت کی ضرورت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تیرا باپ تیرا اور تیرے مال کا مالک ہے۔ اور یاد رکھو تمھاری اولاد تمھاری پاکیزہ تر کمائی ہے۔ پس اپنی اولاد کی امداد اعانت بے تکلف قبول کرو۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل ومعہ شیخ فقال لہ یا فلان من ھذا معک؟ قال ابی۔ قال فلا تمش امامہٗ ولا تجلس قبلہ ولا تدعہ باسمہ ولا تستسب لہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس کے ساتھ ایک بوڑھا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ تمھارے ساتھ کون ہے؟ کہا کہ یہ میرے والد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو والد سے آگے نہ چلو اور اس سے

پہلے نہ بیٹھو اور اس کا نام لے کر نہ پکارو۔ اور ایسا موقع نہ آنے دو کہ کوئی اس کو گالی دے (مثلاً تم کسی کے باپ کو گالی دو گے یا اپنا برا چال چلن پیش کرو گے تو وہ تمہارے باپ کو گالی دے گا) جمع الفوائد جلد دوم۔

(۳۸)

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ پ۱۵ اسراء ع ۳۔

(ترجمہ) اور قرابتداروں کا حق ادا کرتے رہنا۔ اور محتاج پر اور مسافر پر بھی خرچ کرنا اور بے موقع فضول نہ اڑانا۔ بیشک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت ناشکرا اور احسان فراموش ہے۔

وسئل عن ابن مسعود عن التبذیر فقال انفاق المال فی غیر حقہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تبذیر کے متعلق دریافت کیا گیا۔ فرمایا مال کو بے جا اور ناجائز طور پر خرچ کرنا۔ الشکر صرف النعمۃ فی رضا المنعم والتبذیر صرف المال فی المعصیۃ فھو ضد الشکر فمن اتی بہ کان کفورا۔ نعمت کو منعم کی خوشنودی کے مطابق خرچ کرنا شکر ہے اور ناجائز کاموں پر مال صرف کرنا تبذیر ہے۔ وہ شکر کا نقیض ہے۔ اور جو مبذر

ہے وہ کفور یعنی ناشکرا اور احسان فراموش ہے۔

(۳۹)

وَاَوْفُوْا بِالْعَہْدِ ج اِنَّ الْعَہْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ پ۱۵

اسرا ع ۴۔

(ترجمہ) اور عہد کو پورا کیا کرو۔ بیشک عہد کی بازپرس ہوگی یعنی وعدہ خلافی نہ کرو۔ زبان دے کر نہ پھرو۔ اس میں وہ وعدے بھی شامل ہیں جو تم نے اللہ سے کیے ہیں اور وہ بھی جو آپس میں تم ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ آخرت میں سب کے متعلق بازپرس ہوگی۔

(۴۰)

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ پ۱۵ اسراء ع ۴۔

(ترجمہ) اور جب ناپ کر دو تو پورا ناپو اور تول کر دو تو صحیح ترازو سے تولو (ڈنڈی نہ مارو) یہ بہت اچھی بات ہے۔ اور اس کا نتیجہ بھی اچھا ہے۔

(۴۱)

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ پ۱۵ اسراء ع ۴۔

(ترجمہ) اور عمل در آمد نہ کر اس چیز پر جس کا تجھے اچھی طرح علم نہ ہو

کان اور آنکھ اور دل سب سے اس کی پوچھ گچھ ہو گی۔ یعنی ایسی بات نہ خود کرو نہ دوسروں سے کہو جس کی تمھیں تحقیق نہ ہو۔ بعض ناواقف اور نادان لوگ اہم مسائل میں دخل در معقولات کرتے ہیں اور بعض علما بغیر تحقیق کے مسئلہ بتا دیتے ہیں۔ بعض مرتبہ وہ غلط ہوتا ہے۔ اسی طرح بغیر یقین کے گواہی نہ دو۔

(۴۲)

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ج إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝ پ۱۵ اسراء ع ۴۔

(ترجمہ) اور زمین پر اِٹھلاتا ہوا نہ چل (تو ہے کیا چیز) نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے۔ نہ لمبائی میں پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ (تیری پہنچ نہ نیچے ہے نہ اوپر پھر کیوں اتراتا ہے؟) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ بئس العبد عبد تخیل واختال ونسی الکبیر المتعال۔ بہت برا ہے خدا کا وہ بندہ جو غرور کرے اور اترائے اور اُس بزرگ و برتر کو بھول جائے (آدمی اڑ کر چاند تک پہنچ گیا لیکن اپنا قد لمبا نہیں کر سکا)

(۴۳)

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ پ۱۵ اسراء ع ۱۲۔

(ترجمہ) اور اے پیغمبر، جہری نمازوں میں نہ تو بہت پکار کر پڑھو

نہ بالکل ہی چپکے چپکے پڑھو۔ دونوں کے بیچ کا راستہ اختیار کرو۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ فاذا ھو بابی بکر یصلی یخفض من صوتہ۔ ومر بعمر یصلی یرفع من صوتہ فسأل ابابکر فقال قد اسمعت من ناجیت یارسول اللہ۔ وسأل عمر فقال اوقظ الوسنان واطرد الشیطان۔ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر ارفع من صوتک شیئاً۔ وقال لعمر اخفض من صوتک شیئاً۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ رات کو باہر نکلے۔ تو آپؐ نے حضرت ابوبکر کو دیکھا کہ بڑی پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے (کہ پاس والا بھی نہ سن سکے) پھر آپؐ حضرت عمرؓ کی طرف گزرے وہ بہت زیادہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر (کسی وقت) آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا (اتنی ہلکی آواز سے کیوں پڑھتے ہو؟) انھوں نے کہا یارسول اللہ جس سے میں سرگوشی کر رہا تھا وہ تو سن رہا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا انھوں نے کہا میں اونگھنے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور بھگاتا ہوں (جہاں تک آواز جائے گی وہاں تک شیطان بھاگ جائے گا) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر! تم اپنی آواز کچھ اونچی کرو۔ اور عمر تم اپنی آواز کچھ نیچی کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات اور تھی۔ وہ تو ان کے ساتھ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ عمر! شیطان تم سے بہت ڈرتا

ہے۔ لیکن ہم لاؤڈ اسپیکر لگا کر چیخیں یا اس سے بھی زیادہ کوئی طاقتور آلہ لگا کر اور گلا پھاڑ کر اپنی آواز دو تین میل پرے تک پہونچائیں وہ بڑا شیطان جو ہمارے اندر موجود ہے (نفس امارہ) وہ تو بھاگتا نہیں ہماری نماز کو خراب کرتا رہتا ہے۔ اللہ اپنی رحمت سے ہی ہماری نمازیں قبول فرمائے تو خیر۔ ورنہ اس قابل تو نہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج علی الناس وھم یصلون وقد علت اصواتھم بالقراءۃ فقال ان المصلی یناجی ربہ فلینظر بما یناجی ولا یجھر بعضکم علی بعض بالقرآن۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ نماز میں لوگ بہت بلند آواز سے قراءت کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نمازی تو گویا اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا سرگوشی کر رہا ہے۔ اور قراءۃ میں تم ایک دوسرے پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔ یعنی نماز میں قرآن اس طرح پڑھو جیسے تم اپنے رب سے باتیں کر رہے ہو۔ خوش الحانی اور بلند آوازی کا مظاہرہ کرنے کے لئے یا ایک دوسرے پر فوقیت جتانے کے لئے نہیں۔

قال ابن عباس کانت قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قدر ما یسمعہ من فی الحجرۃ وھو فی البیت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءۃ بس ایسی ہوتی تھی کہ آپ گھر میں قراءۃ فرماتے تو کوٹھڑی کے اندر

آپ کی آواز سنی جا سکتی تھی (جمع الفوائد جلد اول)

اب غور کرنا چاہیئے کہ قرآن نے اور اس کے اولین شارح و مفسر صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات میں بھی کس قدر حقوق العباد کا خیال رکھا ہے کہ ہماری عبادت پڑوسیوں کے لئے باعث زحمت نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تو شیطان کو دور تک بھگانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگائیں اور ہمارے بیمار کمزور ضعیف تھکے ماندے پڑوسیوں کو تکلیف پہونچے۔

تین وقت کی نمازیں فجر، عصر اور مغرب تنگ وقت کی نمازیں ہیں۔ آبادی میں گھری ہوئی مسجدوں میں جب لاؤڈ اسپیکر لگا کر ان نمازوں کے بعد ترجمہ یا وعظ یا تبلیغی درس شروع ہو جاتا ہے یا چھوٹے چھوٹے توتلے بچوں کو کلمہ شریف سکھایا جاتا ہے تو گھروں میں عورتیں نماز نہیں پڑھ سکتیں۔۔ ادھر وقت تنگ۔ عجیب الجھن (منازعت) ہوتی ہے جب عبادات میں پڑوسیوں اور اہل محلہ کا اتنا خیال رکھا گیا ہے تو کیا کہا جائے ان لوگوں کو جو شادی بیاہ کی تقریب میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر نہایت شرمناک اور فحش ریکارڈ بجواتے ہیں۔ اور اسلام کی تعلیمات کو بدنام کرتے ہیں۔

(۴۴)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿پ نور ع ۲﴾-

(ترجمہ) جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی اور بدکاری
کا چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں بڑا دردناک عذاب ہے۔ اور
اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے (عبرت ہے ان لوگوں کی ڈھٹائی پر جو
اپنی بیویوں اور جوان اولاد کو سینما دکھانے کے لئے اپنے ساتھ لے
جاتے ہیں۔ منافقین اور کفار پر کیا الزام۔ یہاں تو اپنا ہی گھٹنا کھلا
ہوا ہے۔)

(۵۴)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ
حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا
حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ
اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ پ۱۸ نور ع ۴۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسروں
کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کر لو۔ اور
ان میں رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، امید
ہے کہ یاد رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک
کہ تم کو اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے
جاؤ تو (برا نہ مانو) واپس چلے جاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہت صاف
ستھری بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

یعنی دستک دینے یا آواز دینے کے ساتھ ہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا چاہیئے۔ اور جب صاحب خانہ بلائے تب اندر داخل ہونا چاہیئے۔ اگر اجازت مل جانے کے بعد داخلہ کے وقت سلام کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ اگر کسی نے اپنا فرستادہ بھیجکر کسی کو بلوایا تو فرستادہ کے ساتھ اس کا آنا ہی اجازت ہے۔ اس کو خود اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لو ان امرأ اطلع علیک بغیر اذن فحذفتہ بحصاۃ ففقأت عینہ ما کان علیک جناح۔ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکنے لگا۔ یا اچانک بلا اجازت آگیا اور تو نے اس کے ایک کنکر پھینک مارا۔ اس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔

(۴۶)

وَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ط ۱۸ نور ع ۸۔

(ترجمہ) پس جب تم گھروں میں جاؤ تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو۔ یہ دعا ہے مبارک، اور پاکیزہ۔ اللّٰہ کی طرف سے۔

وقیل معناہ اذا دخلتم بیوتا لکم لا اھل بھا فسلموا علی انفسکم یعنی قولوا السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ

الصالحین فان الملائکۃ ترد علیہم۔ بعض علما نے فرمایا کہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ جب تم اپنے خالی گھروں میں جاؤ یعنی گھر میں کوئی آدمی نہ ہو تب بھی سلام کرو۔ اور یوں کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ اس سلام کا فرشتے جواب دیتے ہیں۔

(۴۷)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْہَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ

پ ۱۸ نور ع ۹۔

(ترجمہ) سچے مسلمان وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی شان یہ ہے کہ جب رسولؐ کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں لگے ہوتے ہیں تو حضورؐ سے اجازت لیے بغیر نہیں جاتے۔ یعنی محفل سے اوٹھکر جانا ہو تو صاحب محفل سے یا کسی ادارہ سے جانا ہو تو صاحب ادارہ سے اجازت لینا ضروری ہے۔

(۴۸)

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ہَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الْجٰہِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ پ ۱۹ الفرقان ع ۶۔

(ترجمہ) اور رحمٰن کے پسندیدہ بندے وہ ہیں جو زمین پر انکسار کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں تو وہ صاحب سلامت کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

یعنی جاہلوں سے لگتے نہیں۔ نہ ان میں شامل ہوں نہ ان سے لڑیں۔
وروی عن الحسن معناہ سلموا علیہم ودلیلہ قولہ عز وجل وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (پ۲۰ قصص ع ۶) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قَالُوْا سَلٰمًا کے معنی یہ ہیں کہ ان کو سلام کرو اس کی دلیل دوسری آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب وہ کسی کی فضول بکواس سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں (یعنی توجہ نہیں کرتے) اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، تم سلامت رہو (ہم تو چلے)

(۴۹)

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ پ۱۹ الفرقان ع ۶۔

(ترجمہ) اور (پسندیدہ بندے) وہ ہیں جو جھوٹ فریب کے کاموں میں شریک نہیں ہوتے اور کھیل تماشوں کی طرف گذر ہوجائے تو دھیان نہیں دیتے شرافت اور وقار کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذأ والبیان شعبتان من النفاق وقال العی قلۃ الکلام والبذأ الفحش والبیان ھو کثرۃ

الکلام مثل ھؤلاء الخطباء الذین یخطبون ویتوسعون فی الکلام ویتفصحون فیہ من مدح الناس فیما لا یرضی اللہ (جمع الفوائد جلد دوم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا اور کم گوئی ایمان کی شاخیں ہیں، فحش گوئی اور کثرت کلام نفاق کی شاخیں ہیں یہ کثرت کلام کی مثال ہیں فرمایا جیسے یہ مقررین جو تقریر کو پھیلاتے اور طول دیتے ہیں اور اللہ کی مرضی کے خلاف لوگوں کی مدح وثنا میں خوش بیانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(۵۰)

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ پ ۱۹ شعراء ع ۱۱۔

(ترجمہ) اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ اور ان مسلمانوں کے ساتھ فروتنی کے ساتھ پیش آؤ جو تمھاری پیروی کریں۔ یعنی پہلے اپنے گھر اور خاندان اور کنبے کی اصلاح وہدایت کی کوشش کرو۔ اسی طرح ہر ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت وتوقیر بھی واجب ہے۔ مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد ان اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمیٰ۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آپس کی دوستی اور رحمدلی اور مہربانی میں مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح ہونا چاہیے کہ جب کوئی ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارا جسم اس کا ساتھ دیتا ہے اور بیخوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے

احبب حبیبک هونا ما عسیٰ ان یکون بغیضک یوما ما وابغض بغیضک هونا ما عسیٰ ان یکون حبیبک یوما ما۔ اور فرمایا اپنے دوست سے مناسب درجے کی محبت کرو (یعنی اپنے سارے راز اس پر نہ کھول دو) ممکن ہے وہ کسی دن تمہارا دشمن ہو جائے۔ اور اپنے دشمن سے مناسب درجے کی دشمنی کرو ممکن ہے کسی دن وہ تمہارا دوست بن جائے۔ اذا اکرم الرجل اخاہ فانما یکرم ربہ۔ اور فرمایا جب آدمی اپنے بھائی کا احترام کرے تو اس نے اپنے پروردگار (کے حکم) کا احترام کیا۔ عائشۃ مر بها سائل فاعطتہ کسرۃ ومر بها اخر وعلیہ ثیاب ولہ هیئۃ فاقعدتہ فاکل فقیل لها فی ذلک فقالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزلوا الناس منازلهم۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا آپ نے اس کو ایک ٹکڑا دیدیا۔ پھر ایک اور آیا جو کپڑے پہنے ہوئے تھا اور خوش وضع معلوم ہوتا تھا، آپ نے اس کو بٹھایا اور کھانا کھلایا۔ اس امتیازی سلوک کے بارے میں کسی نے پوچھا۔ ام المؤمنین نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لوگوں سے ان کی حیثیت کے مطابق برتاؤ کرو۔ یعنی فرق مراتب ضروری چیز ہے (جمع الفوائد)

(۵۱)

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ۝ پ۲۰ قصص ۶ع

(ترجمہ) اور ہم ان بستیوں کو تباہ نہیں کرتے مگر اس وقت جبکہ ان

کے باشندے بہت ہی ظلم کرنے لگیں۔

ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو عام عذاب آتا ہے۔ ظالم کو اللہ تعالیٰ زیادہ ڈھیل نہیں دیتا اور اس کی سزا کو مؤخر نہیں کرتا۔ عن واثلۃ ابن الاسقع قلت یا رسول اللہ ما العصبیۃ؟ قال ان تعین قومک علی الظلم (جمع الفوائد جلد دوم) واثلہ ابن اسقع نے دریافت کیا یا رسول اللہ عصبیت کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ کہ تو ظلم میں اپنے گروہ کی اعانت (اور طرفداری کرے اور شریک رہے) التعصب والعصبیۃ المحاماۃ و المدافعۃ ظلما وھی من اخلاق الجاھلیۃ (درر فرائد) تعصب اور عصبیت کے معنی ہیں ظلم و زیادتی میں اپنے گروہ کی طرفداری اور حمایت، اور یہ زمانہ جاہلیت کے کردار کی یادگار ہے۔ جس کو آج کل پارٹی فیلنگ کہتے ہیں کہ پارٹی کے ارکان پابند ہوتے ہیں پارٹی کی طے کردہ پالیسی کے خواہ وہ پالیسی سراسر ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد پر مبنی ہو۔

(۵۲)

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝

پ ۲۱ روم ع ۶۔

(ترجمہ) اے پیغمبر! کچھ اور صبر (کے ساتھ انتظار) کرو۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے (وہ ضرور تمہاری جماعت کو سربلند کرے گا) اور (دیکھو) یہ بدیقین لوگ تم کو ہلکا نہ بنا دیں (کہ ان کی حرکتوں سے چڑنے یا کڑھنے لگو۔ وہ تمہیں ہلکا پائیں گے تو اور ستائیں گے۔ بھاری بھرکم اور بردبار رہو)۔

(۵۴)

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ ط اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ہ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ہ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ ط اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ہ پ ۲۱ لقمان ع ۲ -

(ترجمہ) (حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی) اے میرے پیارے بیٹے نماز کی پابندی کر۔ اور بھلے کاموں کا حکم کر اور برے کاموں سے منع کر، اور تجھ پر کچھ مصیبت آئے تو صبر کر۔ یہ عالی ہمتی کے کاموں میں سے ہے اور تکبر کے ساتھ لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر۔ اور زمین پر اٹھلاتا ہوا نہ چل، بیشک اللہ تعالیٰ اکڑ بازوں اور ڈینگیوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی رفتار میں اعتدال رکھ اور آواز نیچی رکھ۔ بیشک آوازوں میں سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھے کی آواز ہے۔

زور زور سے چیخنے سے آواز بے ڈھنگی اور ناگوار ہو جاتی ہے۔ رفتار اور گفتار میں اعتدال اور متانت رہنی چاہیئے۔ زیادہ چیخ چیخ کر بولنا بے وقوفی کی نشانی ہے اور زیادہ تیز چلنا اور کاموں میں یا بولنے میں جلد بازی کرنا بھی شیطانی حرکت ہے۔ تیز چلنے والے میں تحمل کم اور غصہ زیادہ ہوتا ہے۔

اس آیت میں جو مکروہ آواز نکالنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت سفیان ثوری

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بہت زور سے ناگوار آواز سے چھینک لینا۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آیت میں لفظ صوت عام ہے۔ اس کو عام ہی رہنے دیا جائے۔ ناگوار اور مکروہ آواز کے ساتھ بولنا ہو یا چھینک لینا ہو یا ڈکار لینا ہو یا جماہی کے ساتھ آواز نکالنا ہو یہ سب خلاف تہذیب اور ممنوع ہیں۔

(۵۴)

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ط وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ط پ۲۱ احزاب ع ۱

(ترجمہ) نبیؐ مسلمانوں پر خود ان کی ذات سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (ادب و احترام میں) اور رشتہ دار اللہ کے قانون کی رو سے آپس میں بعض بعضوں سے زیادہ حقدار ہونے کے ساتھ دوسرے مسلمانوں اور مہاجرین پر فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ سلوک کرنا چاہو (تو کرو)

یعنی نبی نائب ہے اللہ کا۔ اپنی جان اور مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا، اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنی روا نہیں۔ اور نبی حکم کرے تو فرض ہے۔ اور نبی کی بیویاں امت کی مائیں ہیں حرمت میں، پردے میں نہیں۔ مہاجرین و انصار میں جو بھائی چارہ قائم کیا گیا تھا اس کا میراث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ میراث رشتہ داروں کے لیے ہے۔ ہاں بحیثیت

دوست کے ان کے ساتھ کچھ سلوک کر دو تو اور بات ہے، کسی کو بھائی بہن بنا لینے سے یا لے پالک کر لینے سے میراث کا حق ثابت نہیں ہو سکتا

(۵۵)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ پ۲۱ احزاب ع ۳

(ترجمہ) تمہارے لئے اللہ کے رسول کا کردار بہترین نمونہ ہے۔
یعنی بھلا چال چلن سیکھنا ہو تو رسول سے سیکھو۔

پندار سعدی کہ راہِ صفا   تواں رفت جز بر پئے مصطفا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

(۵۶)

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ پ۲۲ احزاب ع ۷

(ترجمہ) اللہ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود پڑھو اور لفظ سلام کے ساتھ سلام کہو۔

لفظ صلوٰۃ جس کا مرادف فارسی اور اردو میں لفظ درود (بضمتین) ہے۔ اس کے کئی معنی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو معنی ہوں گے رحمت۔ فرشتوں کی طرف سے ہو تو معنی ہوں گے دعائے رحمت و طلب خیر و برکت۔ مؤمنین کی طرف سے ہو تو معنی ہوں گے تحیۃ و سلام، ادائے احترامات اور دعائے رحمت۔ اگر طیور و حیوانات کی طرف سے ہو تو مراد ہو گی تسبیح و تقدیس۔ اور ایک خاص عبادت کے لئے

جو لفظ صلوٰۃ شرعی اصطلاح کے طور پر بولا جاتا ہے اس کے لئے فارسی اور اردو میں دوسرا لفظ نماز ہے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ جب اللہ کے رسول کا نام مبارک سنیں یا پڑھیں تو ادب کے ساتھ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ زبان سے کہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ایک مبارک اور پاکیزہ دعا ہے۔ تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبَارَکَۃً طَیِّبَۃً اور یہ ادب و احترام اس امت کا امتیازی شعار اور حصول شفاعت کا سبب ہے۔ اور اس سے غفلت یا انکار میں بڑا خطرہ ہے۔

ایک صاحب کا واقعہ ہے۔ خاصے ذی حیثیت معزز آدمی تھے نام سے بھی مسلمان۔ خاندان سے بھی مسلمان۔ مگر کمیونسٹ خیالات کے تھے۔ ایک جلسۂ سیرۃ میں انھوں نے ایک بڑے عالم کی تقریر سنی۔ لطف یہ کہ اس جلسے کا انتظام خود صاحب موصوف نے کیا تھا، دوسرے دن ایک مجلس میں دوران گفتگو میں کہا۔ بھئی ہمیں تو مولانا کی تقریر پسند نہیں آئی۔ شروع سے آخر تک سوائے صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہ تھا۔ ہم تو محمد کے ساتھ زیادہ سے زیادہ "صاحب" لگا دیتے ہیں۔ حاضرین مجلس دم بخود رہ گئے۔ راقم نے دل میں کہا۔ "خدا خیر کرے"۔ پھر ان سے کہا۔ اپنا اپنا خیال ہے لیکن ہمارے لئے ادب و احترام ہی موجب سعادت ہے۔ اور یہ مسلمانوں کا ایک اہم شعار ہے بات ختم ہو گئی اور ایک طویل زمانہ گذر گیا۔ یہاں تک کہ وہ وقت

آگیا جس سے کسی کو مفر نہیں۔ وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ۔ سننے میں آیا کہ ان کی میت کو جلایا جائے گا۔ دفن نہیں کیا جائے گا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انھوں نے مرنے سے پہلے اپنی اہلیہ اور لڑکوں کو وصیت کی ہے کہ میری نعش کو جلایا جائے۔ سارے قریب و دور کے رشتہ داروں اور دوستوں نے کوشش کر لی مگر ان کی اہلیہ اور اولاد نے نعش کو کسی کے سپرد نہ کیا۔ آخر سب کنارہ کش ہو گئے۔

نعت عشہ کو بمن وسیدیح کے دجم را ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن

ایک اور واقعہ ہے جو مولانا احمد سعید دہلوی نور اللہ مرقدہ نے سنایا تھا ایک مولوی صاحب تھے جو مسلک سے اہل حدیث تھے۔ حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ حقہ پینے کے عادی تھے۔ درس حدیث کے ساتھ حقہ بھی گڑگڑاتے اور دھواں اڑاتے رہتے تھے۔ حدیث پڑھاتے پڑھاتے انھوں نے اپنا مسلک بدلا۔ ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اہل قرآن بن گئے اور اعلان کیا کہ ہمارے لئے صرف قرآن ہے۔ جتنا اس میں ہے وہی شریعت اسلامی ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب باطل ہے۔ قرآن میں السلام علیکم نہیں ہے۔ سلام علیکم ہے۔ وہ اسی طرح سلام کیا کرتے تھے قرآن میں اللہ اکبر نہیں ہے۔ اللہ الصمد ہے۔ وہ سلام کے بعد (بلا ضرورت بھی) اللہ الصمد کہتے تھے۔ قرآن میں روزوں کی تعداد تیس یا انتیس کہیں نہیں بتائی گئی۔ مسلمانوں پر صرف تین روزے فرض ہیں۔

مولوی صاحب کے خیالات سن کر شہر کے مسلمانوں میں بڑا ہیجان

پیدا ہوا۔ ایک روز ایک ان پڑھ نان بائی صبح سویرے مولوی صاحب کے دروازے پر گیا۔ دستک دی۔ جونہی مولوی صاحب آئے اس نے ان کا گریبان پکڑ کر گالیوں کے ساتھ ان کے سر پر جوتے لگانے شروع کیے۔ طاقتور آدمی تھا۔ مولوی صاحب اپنے آپ کو چھڑا نہ سکے۔ وہ ضربیں گنتا جا رہا تھا۔ جب پوری تیس ضربیں ہو گئیں تب چھوڑ کر کہا۔ یاد رکھیو تیس ہیں روزے۔ اور گالیوں کے ساتھ کچھ دھمکیاں بھی دیدیں۔ مولوی صاحب ڈر کے مارے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بارہ برس کے بعد واپس آئے۔ اس واپسی کے بعد راقم الحروف سے بھی اکثر ملاقات ہوتی تھی۔ جب بھی مسلک وہی تھا۔ تائب نہیں ہوئے۔ من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له۔

ان کی یہ گمراہی نتیجہ تھا اس استخفاف اور سوء ادب کا جو حدیث شریف کے درس میں انھوں نے روا رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کا سبب بنا۔ اور حدیث کی نعمت ان سے سلب کر لی گئی۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب۔

اللھم احسن عاقبتنا وارزقنا شفاعة حبیبك صلی اللہ علیہ وسلم

آداب ونخبة کے مندرجہ ذیل کلمات مقرر ہیں جو ہر ایک مسلمان پر واجب ہیں تمام انبیا اور مقرب فرشتوں کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام۔ رسول امی نبی آخر الزمان کے اسم مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تمام ازواج مطہرات اور صحابیات کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہا۔ تمام صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ۔ تمام تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اور

علماؤ اولیا کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ۔ نوّر اللہ مرقدہٗ۔ قُدّس سرّہٗ۔ قدّس اللہ سرّہٗ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وغیرہ۔ سب کے ناموں کے شروع میں حضرت کہنا چاہیے۔ نیز ازواج مطہرات کے ناموں کے ساتھ اُمّ المومنین کہنا اور لکھنا چاہیے۔

یاد رہے کہ علیہ السلام کا کلمہ صرف انبیا اور ملائکہ کے لئے ہے جو لوگ حضرت علی رضؓ یا امام مہدی رضؓ یا دوسرے اماموں کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہتے ہیں وہ مذہب اہل السنت والجماعت کے خلاف ہے حضرت علی رضؓ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے بجائے کرّم اللہ وجہہٗ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ "اللہ نے ان کے چہرے کو عزت عطا فرمائی" وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ چھوٹے بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے اور آپ کا چہرہ غیر اللہ کے آگے نہیں جھکا۔ یعنی بلوغ کے زمانے میں آپ نے عہد جاہلیت نہیں پایا۔ واضح ہو کہ نزول وحی سے پہلے کا زمانہ عہد جاہلیت کہلاتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (وفی روایۃ ولم یعرف شرف کبیرنا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور بڑوں کا ادب نہ کرے۔ ایک روایت میں ہے جو بڑوں کو بڑا نہ سمجھے۔ وروی ان جریر بن عبد اللہ دخل البیت وھو مملوء فلم یجد مجلسا فرمی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازارہ

اوبردائہ وقال اجلس علی ھذا۔ فاخذہ و قبلہ وضمہ الیہ وقال اکرمک اللہ یارسول اللہ لما اکرمتنی۔ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ یعنی حضرت جریر بن عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ گھر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ حضورؐ نے اپنا تہمد یا چادر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا تو اس پر بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے وہ کپڑا لے کر چوما اور سینے سے لگالیا اور کہا اللہ عزت بڑھائے آپ کی اے اللہ کے رسول جس طرح آپ نے میری عزت بڑھائی ہے۔ پھر حضورؐ نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہوکر فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز آدمی آئے تو اس کا احترام کیا کرو۔ (جمع الفوائد جلد دوم)

(۵۷)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ (پ ۲۲ احزاب ع ۷)

(ترجمہ) اے ایمان والو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانوں میں سے کسی مکان میں (کھانے کی نیت سے) نہ جاؤ جب تک کہ تم کو کھانے کے لئے نہ بلا جائے۔ نہ کھانے کی تیاری کا انتظار کرو۔ ہاں جب تم کو کھانے کی دعوت دی جائے تو بیشک جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو خود ہی

اد ھکر چلے جایا کرو اور بہر صورت بیٹھ کر باتوں میں نہ لگ جایا کرو۔ تمھاری اس نادانی سے نبیؐ کو تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن لحاظ کی وجہ سے وہ تم سے کھل کر نہیں کہہ سکتے۔ اور اللہ ٹھیک بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔

یعنی جب کسی سے ملاقات کے لئے جاؤ تو خاطر تواضع کے منتظر نہ رہو، بس کام کی بات کرو اور اٹھکر چلے جاؤ۔ اور جب کھانے پر تم کو بلایا جائے دعوت کی جائے تو جاؤ اور کھانا کھا کر چلے جاؤ۔ بیٹھ کر باتوں میں نہ لگو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہٗ ومن دخل علیٰ غیر دعوۃ دخل سارقاً وخرج مغیراً۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی دعوت کی گئی اور اس نے دعوت قبول نہیں کی۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اور جو بن بلائے دعوت میں جائے وہ ایسا ہے جیسے چور کسی کے گھر میں گھس کر مال لوٹ کرلے جائے اس حدیث میں دعوت سے مراد وہ مخلصانہ دعوت ہے جس کے قبول نہ کرنے سے داعی کی دل شکنی ہو۔ ایسی دعوت کا قبول کرنا مسنون اور موجب ازدیاد محبت ہے۔ عام رسمی دعوت نامے اس میں شامل نہیں ہیں۔

(۵۸)

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط

پ۲۲ احزاب ع ۷ -

(ترجمہ) اور جب تم ازواج مطہرات سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو - یعنی پردہ کھول کر نہ جھانکو۔ حکم عام ہے ساری امت کے لئے - کسی کے گھر پر جاؤ تو پردہ نہ ہٹاؤ، جو کہنا ہو پردے کے پیچھے سے کہو - پردہ کو ہاتھ نہ لگاؤ -

(۵۹)

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ پ۲۲ احزاب ع ۷ -

(ترجمہ) اور جو لوگ مسلمان مردوں پر یا عورتوں پر بن کیے کام کی تہمت لگا کر ان کے دلوں کو صدمہ پہونچاتے ہیں وہ جھوٹ اور گناہِ عظیم کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیتے ہیں -

(۶۰)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ پ۲۲ احزاب ع ۹ -

(ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جچی تلی بات کہا کرو۔ یعنی ادھوری اور غیر یقینی بات نہ کہا کرو اور کسی کی رو رعایت نہ کرو - خاص کر شرعی مسائل میں - بعض لوگوں کو جلدی بول پڑنے کی عادت ہوتی ہے اس میں کام خراب ہوتا ہے پہلے تولو پھر بولو -

(۶۱)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ پ۲۴ المؤمن ع۴

(ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ بدلگام جھوٹے کی رہبری نہیں فرماتا۔ یعنی جو جھوٹ بولنے میں بیباک ہو وہ کبھی منزل تک نہیں پہونچ سکتا۔ اللہ کی توفیق سے محروم رہتا ہے۔

(۶۲)

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ پ۲۴ حٰم السجدہ ع۵

(ترجمہ) اور نیکی بدی برابر نہیں ہوسکتی۔ تم عمدہ طریقے سے ٹال دیا کرو پھر دیکھوگے کہ تمہارا دشمن تمہارا گاڑھا دوست بن گیا۔ اور یہ بات سمائی والوں کو نصیب ہوتی ہے اور اقبال مندوں کو حاصل ہوتی ہے۔

یعنی یہ خوش قسمتی اور اقبال مندی ہے کہ تمہارے تحمل سے تمہارا دشمن گاڑھا دوست بن جائے۔ ورنہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود غرض۔ کم ظرف اور بدطینت آدمی کے ساتھ کتنا ہی اچھا سلوک کرو اور درگذر کرو وہ شرارت اور آزار رسانی سے باز نہیں آتا۔ لیکن تم پھر بھی تحمل کرو۔ یہی بہتر اور موجب اجر ہے۔

(۶۳)

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ط

پ ۲۴ حٰمٓ السجدہ ع ۵ -

(ترجمہ) اور اگر تمہیں شیطان اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ یعنی اگر کبھی بے اختیار غصہ چڑھ آئے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ لیا کرو

عن سلیمان بن صرد استب رجلان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن عندہٗ فبینما احدھما یسب صاحبہ مغضبا قد احمر وجھہ۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعلم کلمۃ لو قالھا لذھب عنہ الذی یجد۔ لو قال اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ذھب ما یجد ا ہ (جمع الفوائد دوم) حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی آپس میں گالم گلوچ کرنے لگے اور ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے، ان دونوں میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ کہہ لے تو اس کی یہ کیفیت دور ہو جائے۔ اگر وہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہہ لے تو غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔

(۶۴)

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا

عَنۡ كَثِيۡرٍ ۝ پ۲۵ الشوریٰ ع ۴ ۔

(ترجمہ) اور تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کرتوتوں سے آتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے کرتوت معاف بھی کرتا رہتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا ما من خدش عود ولا عثرۃ قدم ولا اختلاج عرق الا بذنب وما یعفو اللہ عنہ اکثر۔ حضور نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ آدمی کے کسی لکڑی سے کھرونچ لگ جائے یا کہیں پاؤں رپٹ جائے یا کوئی رگ بھڑکے تو ضرور کسی گناہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور جو خطائیں اللہ تعالیٰ بغیر سزا دیئے معاف کرتا رہتا ہے۔ وہ تو اس سے زیادہ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصب المؤمن کفارۃ لخطایاہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا بیماری میں مبتلا ہونا اس کی خطاؤں کا کفارہ ہے۔

(۶۵)

وَاللّٰهُ الۡغَنِىُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ ۝ پ۲۶ محمد ع ۴ ۔

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو۔ اگر تم منھ موڑو گے تو وہ تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کرے گا

پھر وہ تم جیسے (آرام طلب) نہ ہوں گے۔

(۶۶)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ط پ ۲۶ حجرات ع ۱۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے پہلے (بولنے میں) سبقت نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یعنی مجلس میں کوئی کچھ پوچھے تو خود نہ بول پڑا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کیا فرماتے ہیں۔ یہ حکم عام ہے۔ مجلس میں کوئی محترم یا عالم ہستی موجود ہو تو اس سے پہلے بولنے کی کوشش نہ کیا کرو۔

(۶۷)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ پ ۲۶ حجرات ع ۱۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے زیادہ بلند نہ کرو۔ اور نہ ان سے ایسے بے تکلف ہو کر بولا کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس بدلحاظی سے تمہارے عمل برباد ہو جائیں۔ کورے کے کورے رہ جاؤ اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ یعنی بڑوں کے سامنے اپنی آواز پست رکھو۔ ان سے لہک کر نہ بولو۔ ان کی بات دھیان دے کر سنا کرو۔

(۶۸)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ۲۶ حجرات ع ۱۔

(ترجمہ) اے نبی جو لوگ تم کو مکان کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر محض نادانی سے ایسا کرتے ہیں (دیہاتی اور ان پڑھ لوگ ہیں) اگر وہ آپ کی باہر تشریف آوری کا انتظار کرتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (یعنی ان کی ناواقفیت کی وجہ سے درگزر کرے گا)۔

جب کسی شریف آدمی کے مکان پر جاؤ تو باہر سے چیخ کر اس کو نہ پکارو۔ بلکہ اپنے حاضر ہونے کی اطلاع اندر بھیجو۔ کسی خادم کے ذریعہ یا کسی بچے کے ہاتھ پرچہ بھیج کر یا آہستہ سے دستک دے کر۔ اور منتظر رہو بار بار غل نہ مچاؤ۔ اور اگر بہت ہی قابل احترام شخصیت ہو۔ مثلاً استاد یا مرشد یا مذہبی پیشوا تو بہتر یہی ہے کہ اندر گھر میں بھی اطلاع نہ بھیجی جائے۔ باہر تشریف آوری جس وقت معمول کے مطابق ہوگی ملاقات ہو جائے گی۔

(۶۹)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۝ ۲۶ حجرات ع ۱۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی شریر آدمی کوئی خبر لائے تو پہلے اس کی خوب تحقیق کرلو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانستگی میں تم کسی گروہ کو نقصان پہونچادو۔ یعنی لڑ پڑو پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔

(۷۰)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ج وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ج پ۲۶ حجرات ع ۲

(ترجمہ) اے ایمان والو! کوئی ٹولی دوسری ٹولی کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کی ہنسی اڑائیں کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو۔ نہ ایک دوسرے کو از راہ تحقیر برے نام رکھ کر پکارو۔ ایمان لانے کے بعد فاسقوں میں اپنا نام شامل کرانا بہت ہی برا ہے۔

یعنی یہ سب فسق کے کام ہیں۔ دوسروں پر پھبتیاں کسنا۔ ہنسی اڑانا۔ چڑاؤنے نام رکھنا جس سے دوسرے کی تحقیر ہو۔ مثلاً لنگڑا۔ کانڑا، کنجر، گنجا وغیرہ کہہ کر پکارنا۔ بات بات میں طعنہ دینا وغیرہ۔ ولم یکتف بما سبق مبالغۃ فی النھی ولان السخریۃ

والاستہزاء یکون فی النساء غالبًا لضعف عقلهن وجهلهن۔
عورتوں کو مستقل طور پر آیت میں خطاب اس لئے کیا گیا کہ ہنسی
اڑانا، ناک چڑھانا، طنز کرنا، نام دھرنا، یہ عادتیں عورتوں میں
زیادہ ہوتی ہیں۔

(۱۷)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ
الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ
اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
پ۲۶ حجرات ع ۲۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! بہت زیادہ اٹکل پچو سوچنے سے بچو۔
بیشک بعض اٹکل پچو باتیں گناہ ہیں۔ اور دوسروں کے بھید نہ ٹٹولا
کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی
ایک بھی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا
گوشت کھائے؟ یقیناً تم اس کو ناپسند کرو گے۔ اور اللہ سے
ڈرتے رہو۔

یعنی بغیر تحقیق اور تجربے کے محض اٹکل سے کسی کے متعلق کوئی
اچھی بری رائے قائم نہ کیا کرو۔ کیونکہ رائے اگر بری ہے۔ یعنی بدگمانی
ہے تو وہ گناہ ہے۔ ظن کی تین قسمیں ہیں۔ ایک محض ظن یعنی تخمین
جس کا کسی شخص کے اخلاق و کردار سے تعلق نہ ہو۔ دوسری سوءظن

یعنی بدگمانی ۔ تیسری حسن ظن یعنی نیک گمانی ۔ تخمین اور حسن ظن جائز ہے ۔ لیکن بعض مرتبہ اس سے نقصان پہونچ جاتا ہے ۔ اس لئے مطلقاً اٹکل سے رائے قائم کرنے اور اٹکل سے کہنے کو منع کیا گیا اور یہ اٹکل بازی کی عادت وقار کے بھی منافی ہے ۔ ایسے آدمی کی بات کا اعتبار نہیں کیا جاتا ۔ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۔ اور الحزم سوء الظن ۔ البتہ وہ ظن جو تحقیق اور تجربہ سے حاصل ہو یا اس سے مقصود ہی تحقیق و تجربہ ہو وہ جائز ہے ۔ جیسے فن طب وغیرہ ۔ اور اللہ کے ساتھ حسن ظن ایمان بالغیب میں داخل ہے

دوسروں کی پوشیدہ باتوں کی ٹوہ میں لگا رہنا بھی گناہ کبیرہ ہے اور غیبت کرنا یعنی پیٹھ پیچھے کسی کے عیب بیان کرنا یا تہمت لگانا تو ایسا گھناؤنا فعل ہے جیسے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا ۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من کفارۃ الغیبۃ ان تستغفر لمن اغتبتہ تقول اللھم اغفرلنا ولہ رواہ البیہقی ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کے واسطے اللہ سے مغفرت کی دعا مانگے اور یوں کہے اے اللہ ! میری اور اس کی مغفرت فرما ۔ غیبت کا گناہ حقوق العباد میں سے ہے ۔ یہ نہیں بخشا جاتا جب تک کہ صاحب حق سے معافی حاصل نہ کی جائے ۔ اور اگر اس کا موقع نہ ہو یا اس کا انتقال

ہوچکا ہو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرے۔

عن حذیفۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یدخل الجنۃ قتات۔ یعنی آپ نے فرمایا کنسوئیاں لینے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع۔ حضور نے فرمایا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو کچھ سنے وہ (بغیر تحقیق کے) دوسرے کو سنا دے۔

(۷۲)

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

پ ۲۶ حجرات ع ۲۔

(ترجمہ) لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے مختلف گھرانے اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم میں عزت والا اور شریف اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

یعنی بڑائیاں ذات کی اور قوم کی عبث ہیں۔ صفت نیک چاہیے نری ذات کس کام کی؟ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم رواہ مسلم و ابن ماجہ۔ حضورؐ نے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں (یعنی حسن و جمال اور شان و شوکت) کو اور دولت و ثروت کو نہیں دیکھے گا۔ بلکہ تمھارے دلوں کو اور کردار (یعنی ایمان اور عمل صالح) کو دیکھے گا۔ یا قلوب سے مراد نیت ہے۔ یعنی اعمال کی جزا نیت کے مطابق دی جائے گی انما الاعمال بالنیات۔

(۷۳)

وَفِيٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ پ۲۶ ذاریات ع ۱

(ترجمہ) اور ان کے مال میں بھکاریوں اور معزز ضرورتمندوں کا بھی حق ہے۔ یعنی جنت کے مستحق وہ متقی لوگ ہیں جو بھکاریوں کو بھی دیتے ہیں اور ان غیرت والے ضرورتمندوں کی بھی امداد کرتے ہیں جو ہاتھ نہیں پسارتے۔

(۷۴)

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۝ ۲۷

(ترجمہ) کیا انسان کی ہر آرزو پوری ہو جاتی ہے؟ حال اور مستقبل تو سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ یعنی کوئی ضروری نہیں کہ آدمی جو چاہے وہ اسے مل جائے۔

(۷۵)

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ج فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط هُوَ

اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ٥ پ ۲۷ النجم ع ۲

(ترجمہ) وہ تمھاری حقیقت کو خوب جانتا ہے کیونکہ اسی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جبکہ تم پوشیدہ تھے اپنی ماؤں کے پیٹ میں (تو تم کیا تھے) پس زیادہ اپنی پارسائی و پاکیزگی نہ جتاؤ، وہ خوب جانتا ہے کون درحقیقت پرہیزگار ہے (اور کون نمائشی)۔

یعنی لوگوں کی نظر میں تم کیسے ہی پارسا ہو لیکن ہر ایک کے باطن کا حال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۷۶)

اَنْ لَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ٥ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ٥ پ ۲۷ النجم ع ۳

(ترجمہ) کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کوشش کا پھل ملتا ہے۔

یہ پھل کبھی بلا واسطہ ملتا ہے کبھی بالواسطہ۔ مثلاً ایک شخص خود نیک عمل کرتا ہے اور جزا پاتا ہے۔ یہ بلاواسطہ جزا ہے۔ نابالغ اولاد کا نیک عمل ماں باپ کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ یہ بالواسطہ جزا ہے۔ کیونکہ یہ والدین کی نیت اور سعی کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح نابالغ اولاد کے گناہ والدین کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔ ماں باپ کی غفلت و بے پروائی یا غلط تربیت اولاد کی بدچلنی کا سبب بنتی ہے۔ ایک شخص نیک عمل کرتا ہے۔ اس

کا ثواب اپنے کسی عزیز کو بخشتا ہے یہ بھی بالواسطہ جزا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرھا ووزر من عمل بھا الیٰ یوم القیامۃ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کوئی بری (قبیح) رسم ایجاد کی تو اس کا وبال اسی ایجاد کرنے والے پر ہوگا۔ اور اس رسم پر جو لوگ قیامت تک عمل کریں گے ان سب کا وبال بھی اس پر ہوگا۔ کیونکہ لوگوں کے گناہ کا سبب تو وہی شخص ہے۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث۔ صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ۔ اور فرمایا کہ مرنے کے بعد آدمی کا عمل تو منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن تین طریقوں سے اس کو ثواب ملتا رہتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی طرف سے کوئی صدقہ جاریہ ہو (مثلاً کوئی دینی مدرسہ جاری کیا ہو۔ کنواں یا سرائے بنائی ہو یا ایسا ہی کوئی رفاہِ عام کا کام کیا ہو) دوسرے یہ کہ کوئی مفید علم دوسروں کو سکھایا ہو۔ تیسرے یہ کہ اس نے اولاد صالح چھوڑی ہو جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیرفع الدرجۃ للعبد الصالح فی الجنہ فیقول یارب انی لی ھذہ فیقول باستغفار ولدک لک۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند کرے گا

تو وہ پوچھے گا کہ پروردگار یہ مجھے کہاں سے ملا؟ جواب ملے گا تیرے بیٹے کی دعائے مغفرت سے۔

(۷۷)

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ پ۲۷ حدید ع۲

(ترجمہ) اور دنیاوی زندگی محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ یعنی جو کچھ کرنا ہے جلدی کرلو۔ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔ مال و دولت ساتھ نہیں جائے گا۔

(۷۸)

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ پ۲۷ حدید ع۳

(ترجمہ) دنیا میں اور تمہاری جانوں پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اس (مصیبت) کی آفرینش سے پہلے کتاب میں لکھدی گئی ہے۔ اور اللہ کے لئے یہ کچھ دشوار نہ تھا۔ (اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے وہ خلق اور وقوع سے پہلے ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ اور یہ اس لئے تم کو بتا دیا گیا) کہ تم نہ کڑھو اس چیز پر جو تمہیں نہ ملے۔ اور نہ خوشی مناؤ اس ثروت پر جو تمہیں اس نے عطا کی ہے۔ اور اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا

(٧٩)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ
الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ پ ٢٨

(ترجمہ) اے ایمان والو! اگر کبھی آپس میں راز داری سے سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی پر سازباز کرنے کے لئے نہ کرو۔ نیک نیتی اور خوف خدا کے ساتھ مشورہ کیا کرو۔ اور ڈرو اللہ سے جس کے سامنے تم پیش کیے جاؤ گے۔ یہ کانا پھوسی جو ہوتی ہے یہ شیطانی حرکت ہے۔ وہ سیدھے سادے مسلمانوں کو رنج پہنچانا چاہتا ہے۔ اور اللہ کی مرضی کے خلاف وہ ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور مسلمانوں کو اللہ پر بھروسا رکھنا چاہیے۔

کانا پھوسی کسی قسم کی ہو آداب مجلس کے خلاف ہے۔ اگر کسی محفل میں دو آدمی آپس میں کانا پھوسی کریں تو دوسرے حاضرین محفل اور صاحب خانہ کو شک ہوتا ہے کہ معلوم نہیں ہم سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے جس پر رائے زنی ہو رہی ہے۔

اس آیت سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو اداروں میں اپنے فرائض انجام دینے کے بجائے ادارہ کے نظام

کو فاسد کرنے کے لئے تخریبی اسکیمیں بناتے ہیں سارا وقت خرچ کرتے ہیں، دنیاوی اداروں اور محکموں سے قطع نظر کرو۔ یہ موذی اور ہولناک وبا علم وفضل کے گہواروں اور روحانی تربیت گاہوں میں بھی پہونچ چکی ہے جاہ پسندی، عہدہ طلبی، گروہ بندی، پارٹی بازی، عروج پر ہے، اساتذہ اپنے مقاصد کے لئے طلبہ کو استعمال کرتے ہیں۔ اور وہ دوسرے گروپ کے اساتذہ واکابر کی توہین وتحقیر کرتے ہیں اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

اب سے تقریباً پینسٹھ برس پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ نور اللہ مرقدہٗ کے ایک خاص شاگرد اور خادم مولوی عبد التواب مرحوم مدرسہ امینیہ میں بھی پڑھتے تھے اور علمائے شہر میں سے مولانا ڈپٹی نذیر احمد صاحب اور مولانا عبد الحق صاحب مؤلف تفسیر حقانی سے بھی استفادہ کرتے تھے۔ قدیم زمانے میں شہر کے علما اپنے گھروں پر شائق طلبہ کو حسبۃً للہ تعلیم دیا کرتے تھے ڈپٹی صاحب اور مولانا عبد الحق کے درمیان معاصرانہ چشمک تھی اور اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے پر تنقید اور نکتہ چینی کرتے رہتے تھے، ڈپٹی صاحب اس معاملہ میں کچھ زیادہ بیباک تھے۔

ایک روز مولوی عبد التواب نے ڈپٹی صاحب کی مجلس میں مولانا کے کچھ الفاظ نقل کیے۔ ابھی مولوی عبد التواب کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ڈپٹی صاحب کا پارہ چڑھ گیا۔ غصے کے

مارے چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور بڑے زور سے ڈانٹ کر کہا۔ تو کون ہوتا ہے۔ وہ میرا تو معاصر اور ہمسر ہے۔ میں اس کو کہتا ہوں وہ مجھے کہتا ہے۔ ہم دونوں کی بات میں دخل دینے کا تجھے کیا حق ہے؟ خبردار اگر آئندہ تو نے ہمارے اختلاف میں دلچسپی لی تو گلا گھونٹ دوں گا۔

مولوی عبدالتواب نے یہ واقعہ خود راقم الحروف کو سنایا تھا۔ کہتے تھے کہ ڈپٹی صاحب نے اتنی سختی سے جھڑکا کہ میں لرز گیا اور کان پکڑے کہ اب کبھی نہیں بولوں گا۔

یہ حدود شناسی اور حدود آموزی اب ختم ہو چکی ہے۔ محترم اساتذۂ و اکابر اور معصوم طلبہ و عملہ سب اپنے منصب کو بھول چکے ہیں۔ افسوس!

(۸۰)

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيرٌ ۝ پ ۲۸ مجادلہ ع ۲

(ترجمہ) اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل کر بیٹھو تو کھل جایا کرو۔ اللہ تمہیں کشادگی دے گا۔ اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ جایا کرو۔ اللہ تم میں سے ایمان

والوں کے اور داناؤں کے درجے بلند کرے گا۔ اور اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

یعنی محفل یا جلسے یا کسی قسم کے اجتماع میں بیٹھو تو گھس کر اڑ کر نہ بیٹھو۔ جہاں بآسانی جگہ مل جائے وہاں بیٹھو۔ اور جب کھلنے کے لئے یا کسی اہم آدمی کے واسطے جگہ نکالنے کے لئے تم سے ہٹنے کو کہا جائے تو ہٹ جاؤ۔ یا محفل برخاست کی جائے تو منتشر ہو جاؤ۔ بیٹھ کر باتیں نہ لڑاؤ۔ ورنہ صاحب خانہ کو یا منتظمین کو گرانی ہو گی۔ ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اگر جلسے میں کچھ مفسد فتنہ انگیزی کرنا چاہتے ہیں تو لوگوں کے اٹھ جانے سے جلسہ ختم ہو جائے گا اور ان کو فتنہ انگیزی کا موقع نہیں ملے گا۔

(۸۱)

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ پ ۲۸

صف ع ۱۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! ایسی بات موںھ سے کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بہت ناگوار ہے کہ جو کرو نہیں وہ موںھ سے کہتے پھرو۔ مثلاً جہاد کے لئے تجویزیں پیش کرو اور خود پیچھے ہٹ جاؤ۔ یا دوسروں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو کہو۔ اور خود بخل کرو۔

(۸۲)

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ پ۲۸ الطلاق ع ۱ -

(ترجمہ) اور یہ اللہ کے قوانین ہیں ۔ اور جس نے اللہ کی قانون شکنی کی اس نے اپنے اوپر ظلم کیا ۔

(۸۳)

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۙ پ۲۹ قلم ع ۱

(ترجمہ) اور کہنے میں نہ آجانا کسی ایسے کے جو بہت قسمیں کھاتا ہو بے وقعت، طعنے دینے والا چغل کھاتا پھرتا ہو، اچھے کاموں میں رکاوٹ پیدا کرنے والا ظالم پاپی، اجڈ اور پھر بدنام بھی (اس بات سے متاثر نہ ہونا کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے (جو ہے تو ہوا کرے) جب ہماری آیات اس کو سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ اگلے لوگوں کے بے سروپا افسانے ہیں ٹھہرو ہم اس کے ناکڑے پر داغ لگائیں گے ۔

(۸۴)

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ

يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا
يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ
النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ پ ۳۰ تطفیف ع ۱۔

(ترجمہ) افسوس ان حق تلفی کرنے والوں پر کہ لوگوں سے جب کچھ خریدیں تو ناپ تول کر پورا لیں اور جب لوگوں کو دیں تو ناپ کر یا تول کر کم دیں۔ کیا ان کو یہ خیال نہیں آتا کہ ان کو ایک بڑے بھاری دن کی پیشی کے لئے زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم خمس بخمس۔ مانقض العہد قوم الا سلط اللہ علیہم عدوھم وما حکموا بغیر ما انزل اللہ الا فشا فیہم الفقر۔ وما ظہرت فیہم الفاحشۃ الا فشا فیہم الموت۔ ولا طففوا المکیال الا منعوا النبات واخذوا بالسنین۔ ولا منعوا الزکوٰۃ الاحبس عنہم القطر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ کا بدلہ پانچ۔ ۱ جو لوگ عہد شکنی کرتے ہیں یعنی اپنے وعدے اور قول و قرار سے پھر جاتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو غالب کر دیتا ہے۔ ۲ جو لوگ شریعت کے خلاف فیصلے کرتے ہیں ان میں تنگدستی پھیل جاتی ہے۔ ۳ جن لوگوں میں بے حیائی و بے غیرتی عام ہو جاتی ہے ان میں موت پھیل

جاتی ہے۔ جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں وہ زرعی اور غذائی پیداوار سے محروم ہو جاتے ہیں اور قحط سالی میں گرفتار ہوتے ہیں۔ جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان سے باران رحمت کو روک لیا جاتا ہے۔

(۸۵)

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ ۝ پ۳۰

(ترجمہ) خرابی ہے ہر ایک طعنے دینے والے عیب گیری کرنے والے کے لئے جس نے مال سمیٹا اور گن گن کر رکھا۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو مرنے نہیں دے گا؟

(۸۶)

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا
بِالصَّبْرِ ۝ پ۳۰۔

(ترجمہ) قسم ہے گذرتے ہوئے زمانے کی۔ بیشک انسان بڑے ٹوٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو سچائی اور صبر و تحمل کی تلقین کرتے رہے۔

عمر ڈھلتی جا رہی ہے۔ پونجی گلتی جا رہی ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کتنا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ جو کچھ کرنا ہے جلدی کر لو۔ آج کا

کام کل پر نہ چھوڑ دو۔ ورنہ ٹوٹا ہی ٹوٹا ہے۔ وقت مہلت نہیں دے گا۔ زمانے صرف دو ہیں۔ ماضی اور مستقبل۔ حال کچھ نہیں ہے۔ محض ایک فرضی اور جعلی چیز ہے۔ ایک سیکنڈ ماضی ہے۔ دوسرا سیکنڈ مستقبل ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں

کسی بزرگ کی حکایت بیان کی گئی ہے۔ فرمایا کہ میں نے اس سورت کے معنی ایک برف بیچنے والے کی آواز سے سمجھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "رحم کرو اس شخص پر جس کی پونجی گلتی جا رہی ہے"

(۸۷)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

(ترجمہ) کہو اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے (سب کا سہارا اور آسرا اور خود کسی سہارے اور آسرے کا محتاج نہیں) نہ اس کے کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور نہ اس کا کوئی ہمسر۔

صدق اللّٰہ مٰلک یوم الدین وصدق رسولہ النبی الامین واخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔